نام کتاب : انوار سلطانی
پبلشرز : فقیر عبدالحمید
پرنٹرز : پریمیئر پرنٹرز
قیمت : ۵۰ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم ط

پیش لفظ

اما بعد

مدت سے اس فقیر کو یہ خیال دامن گیر تھا کہ مرشدی و مولائی سلطان العارفین، فنافی عین ذات یا ہُو حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز کے پنجابی اشعار یعنی مجموعہ ابیات پنجابی کو جو سی حرفی کے نام سے بھی موسوم ہیں صحیح اور اصلی صورت میں مع اردو شرح لکھ کر شائع کیا جائے۔ تاکہ خلق خدا اور خصوصاً حضرت سلطان العارفینؒ کے ارادتمند حضورؒ کے پنجابی ابیات کی اصلی حقیقت سے روشناس اور واقف ہو جائیں۔ کیونکہ سابقہ سی حرفیوں میں جا بجا غلطیاں ہیں اور بعض غیر لوگوں کے ایسے وضعی اور الحاقی ابیات ان میں شامل ہو گئے ہیں جو علاوہ غلط ہونے کے غیر شرع بھی ہیں۔ ایسے غیر شرع ابیات حضرت سلطان العارفینؒ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہرگز معلوم نہیں ہوتے اور بسبب خلاف شرع ہونے کے عوام کی گمراہی کا باعث اور خواص کی بداعتقادی کا موجب بن رہے ہیں۔

لہٰذا یہ فقیر اسی نیک غرض اور مفید تحریک کے تحت اس کار خیر کے لئے قلم اٹھا رہا ہے۔ تاکہ پنجابی زبان کے سمجھنے والے اور اس زبان سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے سامنے ایک صحیح اور درست مجموعہ ابیات مع اردو شرح پیش کرے۔ جسے انشاء اللہ جملہ سلیم العقل اور منصف مزاج طالبان حق قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور اس کے مطالعہ سے مستفید اور مستفیض ہو کر اس فقیر کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ اس فقیر کو عرصہ چالیس سال سے حضرت سلطان العارفینؒ کی قلمی فارسی کتابوں کا بہت گہرا مطالعہ رہا ہے اور ان کے مطالعے سے بے شمار باطنی برکات اور روحانی فیوض حاصل کیے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس فقیر کو حضورؒ کے اصلی طرز کلام اور حقیقی انداز بیان کی کافی شناخت اور تام مہارت حاصل ہے۔ اور حضورؒ کے اصلی بیان گوہر فشان کو غیر لوگوں کے وضعی اور الحاقی کلام سے ممیز اور مشخص کر سکتا ہے۔ اور حضورؒ کی نظر کیمیا اثر نے اس فقیر کے لئے آپؒ کے پنجابی اور فارسی کلام کا مفہوم اور شرح

آسان بنا دیا ہے۔ نیز اس فقیر کو اثنائے طلب کے طویل عرصے میں کافی مدت حضرت سلطان العارفین کے پرانے اور نئے دربار پر معتکف اور گوشہ نشین رہتے ہوئے اس پاک زمانے کے نیک طینت اور روشن ضمیر فقیروں اور درویشوں سے صحبت اور تبادلۂ خیالات کے بہترین اور زریں مواقع حاصل رہے اور ان سے اصلی اور صحیح ابیات سننے میں آتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے اس فقیر کا یہ مجموعہ ابیات ہر لحاظ سے نہایت صحیح، درست اور مفید ترین ثابت ہو گا۔

نیز واضح ہو کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی زبانِ گوہر فشان پر یہ پنجابی ابیات اس وقت جاری ہوئے جب آپ اپنے ابتدائی زمانہ طلب میں مرشد کی تلاش میں تیس سال تک دہ بدہ اور شہر بہ شہر پھرتے رہے۔ بعدہ جب آپ اپنے محبوب اور مطلوب حقیقی سے واصل اور سالک مرجوع بن کر مقام ارشاد پر فائض ہوئے اور اس وقت آپ طالب صادق کی طلب میں رہے چنانچہ فرماتے ہیں "میں تیس سال تک مُرشد کامل کی طلب میں پھرتا رہا ہوں۔ لیکن اب کئی سال سے طالب صادق کی طلب میں ہوں۔ لیکن میں روئے زمین پر کوئی طالب صادق، بلند ہمت، وسیع حوصلہ اور لائق و مستحق ارشاد و تلقین نہیں دیکھتا کہ اپنے مولا کے فیض و فضل کے ظاہری و باطنی خزائن میں سے جو نصاب بے حساب مجھے عطا ہوا ہے اُس کی زکوۃ نکال کر طالب مستحق کے حوالے کر دوں۔ اور اپنی گردن سے حق تعالیٰ کا بار گراں ساقط کروں۔" اس کے بعد آپؒ نے اپنے باطنی معرفت کے خزانوں کو اپنی فارسی کتابوں میں مدون اور مدفون کر دیا اور صدائے عام دے دی ۔

کیمیائے گنج مفلس رانمود
ہر کہ راعقل است حاصل کرد زود (رومیؒ)

"یعنی ہم نے معرفت کی کیمیائے اکسیر کے خزانے مفلسوں کے لئے کھول کر رکھ دیئے ہیں۔ جس کسی کو عقل اور سمجھ ہے وہ جلدی اسے حاصل کرے گا۔" الغرض آپ کی کتابیں نور حضور سے معمور ہیں اور جو طالب صادق انہیں صدق دل اور اخلاص سے دن رات مطالعہ کرتا ہے یہ کتابیں مرشد کامل کی طرح اس پر توجہ کرتی ہیں اور ہر کتاب ایک مجسم کامل اور مکمل مرشد ہے۔ لہٰذا آپ اپنی کتابوں میں فرماتے ہیں۔ "آخر زمانے میں قحط الرجال ہو گا جس شخص کو مرشد کامل نہ ملے اور کہیں سے عقدہ کشائی نہ ہو۔ وہ ہماری کسی کتاب کو اپنا مرشد اور پیر صحبت بنا لے اور دن رات اس کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ محض دن رات اس کے مطالعہ سے زندہ دل، روشن ضمیر اور عارف واصل ہو جائے گا۔" چونکہ اس فقیر نے خود حضورؒ کی کتابوں کے مطالعہ سے آپ کے کمال باطنی فیوض اور روحانی برکات حاصل کی ہیں۔ لہٰذا طالبان حق کی

راہنمائی اور بہبودی کے لئے حضورؒ کی سب سے چیدہ اور نہایت جامع اور ضخیم کتاب نور الہدیٰ کلاں فارسی کو کمال صحت اور صفائی کے ساتھ حضورؒ کی اصلی زبان فارسی میں چھپوا کر شائع کیا اور جو لوگ فارسی زبان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان کی خاطر اسے نہایت بامحاورہ اردو زبان میں "حق نماء" کے نام سے چھپوا کر شائع کیااور ساتھ ہی حاشیہ میں مشکل معارف اور اسرار کی شرح بھی لکھ دی۔ اب بھی اگر کوئی حرماں نصیب اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے تو یہ اس کی شومئی قسمت ہے۔ کتاب نورالہدیٰ میں حضورؒ لکھتے ہیں۔ "جو طالب صادق اِس کتاب کو دن رات صدق، اخلاص، یقین اور سچے اعتقاد سے پڑھتا رہے گا۔ واقف اسرار پروردگار ہو جائے گا۔ اسے ظاہری مرشد کی تلقین اور تعلیم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ کتاب اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب اور وصال کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائے گی اور اسے مجلس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے گی۔ اس کتاب کو ہمیشہ پڑھنے والا خلق کا راہ نما اور اہلِ باطن باصفا ہو جائے گا۔"

دوسرے مقام پر اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ "اس کتاب اسرار الوحی کو اگر ناقص پڑھے گا کامل ہو جائے گا۔ اگر کامل پڑھے گا مکمل کے مرتبے کو پہنچ جائے گا اور مکمل پڑھے گا تو اکمل بن جائے گا اگر اکمل پڑھے گا تو جامع مرشد۔ صاحب جمیعت ہو جائے گا۔ اور جامع پڑھے گا تو سلطان الوہم، فقیر، امیرالکونین نورالہدیٰ بن جائے گا۔ اس کا مرتبہ وہم اور فہم میں نہیں آئے گا۔ لاحدولاعد۔ یہ کتاب مجموع الجمیعت، کلید الکل ہے۔ طالب اسے جس قفل مطالب میں ڈالے گا۔ انشاء اللہ اسے کھول ڈالے گا اور ہر متاع پائے گا۔"

نیز اس فقیر نے اپنے تجربے کی بنا پر قادری طریقے کے بہترین اور افضل ترین اوراد جمع کر کے شائع کیے ہیں۔ جو ہر مشکل کے لئے تیر بہدف اور کارگر ثابت ہوئے ہیں۔ اس کا نام مخزن الاسرار و سلطان الاوراد رکھا ہے جس کا پڑھنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بہترین وسیلہ ہے۔ اس میں پنج گنج جمع کئے ہیں۔ یہ بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔"

زیادہ تعریف بے سود ہے۔ ع : عطر آنست کہ خود ببوید۔ نہ کہ عطار بگوید۔ نیز اس فقیر نے اپنی تمام عمر کے اندوختہ اور آموختہ باطنی معارف اور روحانی اسرار کو اردو کی ایک جامع کتاب "عرفان" میں جمع کر کے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کی نسبت مختصر طور پر ہم اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس زمانے میں مذہب اور روحانیت پر اس جیسی کتاب نہ آج تک کسی نے

لکھی ہے اور نہ آئندہ لکھ سکے گا۔ ہزاروں لاکھوں گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت اِس کے مطالعہ سے راہ راست پر آ کر ہدایت پا چکے ہیں۔ یہ کتاب اس زمانے کے مغرب زدہ مرض الحاد اور دہریت کے مسموم قلوب اور ماؤف دماغوں کے لئے تریاق اکبر اور اکسیر اعظم ثابت ہوئی ہے۔ ہر خاص و عام اور ہر مذہب و ملت کے حقیقت شناس اور حق جُو اصحاب سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے کو پڑھ کر بہت اصحاب کا اصرار اور تقاضا تھا کہ جلد ہی دوسرا حصہ بھی شائع کیا جائے۔

الحمد للہ کہ اس کا دوسرا حصہ بھی بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہو گیا ہے اور پہلے حصے کی طرح منظور نظرِ عزیزاں اور مقبول خاطر طالبان ہوا ہے۔ عرفان کا ہر حصہ بڑی تقطیع پر تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم آخر میں مختصراً عرض کرتے ہیں کہ طوبى لمن رای هذه الكتب المباركته ويا حسرتى على من لم يرهم یعنی مژدہ اور خوشخبری ہے۔ ان سعادت مند اور خوش نصیب لوگوں کے لئے جنہوں نے ان مبارک کتابوں کو دیکھ کر پڑھا اور افسوس ہے ان لوگوں کے لئے جو ان کے مطالعہ سے محروم اور بے نصیب رہے۔

نیز واضح ہو کہ ہم نے اس ولی کامل اور اکمل حضرت سلطان العارفین ؒ کے ہر کلام میں عجیب تاثیر اور برکت دیکھی ہے چنانچہ حضور ؒ کے پنجابی ابیات میں بھی ایک نہایت عجیب باطنی جادو بھرا ہوا پایا ہے کہ جس مجمع اور مجلس میں آپ کا کوئی پنجابی بیت پڑھا گیا ہے تمام سامعین پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ اور حق حق اور ہُو ہُو کے نعروں سے ایک کہرام مچ گیا ہے۔ نیز پہلے زمانے کے ان پڑھ طالب صادق اور پاکباز فقراء اور درویش ان پنجابی ابیات کو ازبر رکھتے تھے اور رات دن ان کو بطور ورد پڑھا کرتے تھے۔ اور اس سے منازلِ سلوک طے کرتے تھے۔ نیز بعض کامل خلفاء اور فقرا کو پچھلے زمانے میں بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے سینوں کو حلقہ ہائے ذکر میں حضور کے پنجابی ابیات سے گرمایا کرتے تھے یعنی شیخ اپنے طالبوں سمیت جب بھی حلقۂ ذکر کی صورت میں جمع ہو کر بیٹھتا تو کسی خوش الحان اور خوش آواز طالب سے اونچی آواز کے ساتھ حضور ؒ کے پنجابی ابیات پڑھنے کو کہتا اور جب مجمع ان ابیات کے سننے سے متاثر ہو جاتا تھا تو سب مِل کر اونچی آواز سے کلمے کا ذکر شروع کر دیتے تھے۔ اس قسم کے حلقوں میں نہایت عجیب باطنی کیفیتیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ اور کمال درجے کی برکات اور فیوض طالبوں کو حاصل ہو جایا کرتے ہیں۔ تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ اس قسم کے حلقہ ہائے ذکر اس فقیر نے بغداد شریف میں رفاعی خاندان والوں میں دیکھے۔ وہ چونکہ عرب ہیں اس لئے اپنے حلقہ ہائے

ذکر کو قصیدہ بردہ کے عربی ابیات سے گرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ کلمہ شریف کا ذکر جہر اس طرح کرتے تھے کہ شیخ حلقہ میں کھڑے ہوتے تھے اور حلقہ کے بیچ میں ایک شخص دف بجانے والا اور ایک خوش آواز قصیدہ بردہ پڑھنے والا کھڑا ہوتا تھا۔ دف محض ذکر میں تال یعنی یک جہتی اور برابری کے لئے بجایا جاتا تھا تاکہ ذکر کرنے میں سب کی آواز یکساں اور متحدہ طور پر آئے اور کوئی آگے پیچھے نہ ہو جائے۔ قصیدہ بردہ کے ابیات اہل حلقہ کے دلوں میں گرمی اور جوش پیدا کرنے کے لئے پڑھے جاتے تھے یہ بات بالکل مبالغہ نہیں کہ ان لوگوں کے حلقہ ذکر میں اس قسم کا باطنی جوش اور روحانی اثر ہوتا تھا کہ بعض صاحب کمال ذکر کے وقت خنجر ہاتھ میں رکھتے تھے اور جس وقت ان پر ذکر کا حال وارد ہوتا، اپنے سینے اور پیٹ میں خنجر مارتے اور خنجر ان کے جسم میں کافی اندر تک گھس جاتے لیکن انہیں نہ ضرر پہنچتا اور نہ زخم لگتا۔ بعض دفعہ سخت سردیوں میں جب آگ کے گرد حلقہ ذکر قائم کیا جاتا تو بعض طالب دورانِ حال آگ میں کود پڑتے تھے اور آگ سے انہیں کچھ ضرر نہ پہنچتا۔ اور یہ اس واسطے نہیں ہے کہ ان کے ہاتھ کی صفائی یا مداریوں کا کھیل تھا۔ بلکہ سچا حال تھا۔ سالکوں کے جسم ذکر کے وقت پانی اور موم کی طرح نرم ہو جاتے تھے۔

اگر کوئی طالب یا درویش یا فقیر انفرادی یا اجتماعی طور پر حضرت سلطان العارفین ؒ کے ان ابیات سے مذکورہ بالا فوائد حاصل کرنا چاہے تو انشاء اللہ اسی قسم کی برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہو گا۔ لیکن آج کل تو زمانہ کچھ اور سے اور ہی ہو گیا ہے۔ نہ وہ طالب رہے اور نہ وہ شیخ، نہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حلقے اور نہ ذکر میں وہ مستی اور تاثیر باقی رہی۔

"آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند"

ان پنجابی ابیات کی آخر میں لفظ "ھو" لگا دیا گیا ہے۔ اصلی ابیات میں لفظ "ھو" نہیں لیکن عام طور پر مروج ہو گیا ہے اور زیب بھی دیتا ہے۔ چونکہ حضرت مصنف ؒ کے اسم مبارک کے ساتھ اسم "ھو" کو خاص نسبت اور لگاؤ ہے۔ پڑھتے وقت پُر لطف معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے بھی اسم "ھو" کو قائم اور برقرار رہنے دیا ہے۔

آخر میں بارگاہ رب العالمین میں استدعا ہے کہ وہ اس فقیر کی اس قلمی خدمت کو شرف قبولیت بخشیں اور خلق خدا کی رشد و ہدایت کا موجب بنائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ط

فقیر نور محمد سروری قادری کلاچوی (رحمتہ اللہ علیہ)

۷۸۶

ح - م

یہ مختصر سا شجرۂ طریقت ہے۔ جو عموماً دستِ بیعت کرتے وقت سروری قادری طریقے کے بزرگ پڑھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرا نورِ محمدؐ نورِ احمدؐ مے بود کافی
دگر صالحؒ محمدؒ صفحۂ دل را کُند صافی
غلام باہوؒ محمدؒ ہم حسینم مے بود شافی
ولی سلطان باہوؒ پیر رحمانؒ بس بود کافی
جیلیؒ وہم تقاؒ ستارؒ فتاحؒ نجم الدین یحییٰؒ
دگر جبّارؒ رزاقمؒ ہمیشہ شافی و وافی
شفیعم غوث الاعظمؒ بوسعیدؒ و بوالحسنؒ کافی
ولی بوالفرحؒ واحدؒ تمیمیؒ و شبلیؒ مرا شافی
جنیدؒ و سقطیؒ و معروفؒ داؤدؒ و حبیبؒ عجمی
حسنؓ ہم حیدرؓ و احمدؐ محمدؐ شافی و وافی
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجموعۂ ابیاتِ پنجابی

ردیف الف

الف اللہ چنبے دی بُوٹی میرے من وِچ مُرشد لائی ہُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگیں ہر جائی ہُو
ہر جا بُوٹی مُشک مچایا جاں پھُلّن تے آئی ہُو
مُرشد کامل ہر دم جیوے (حضرت باہُوؒ) جیں ایہ بُوٹی لائی ہُو

شرح حضورؒ نے یہاں اسم اللہ ذات کو چنبے یعنی چنبیلی کے پودے سے تشبیہ دی ہے جس کے پھُول انسانی چنبے یعنی پنجے کے مشابہ پانچ پتیوں سے مرکب ہوتے ہیں۔ انسانی پنجے کو اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ اسم اللہ ذات کے عین مشابہ ہوتا ہے۔ اور چنبے کے پھُول کی سفید رنگت اسم اللہ ذات کے سفید انوار سے ملتی جُلتی ہے۔ اور اس کی بھینی بھینی خوشبُو کی طرح اسم اللہ ذات کے ذکر و فکر اور معرفت کی باطنی خوشبو دلوں اور دماغوں کو معطّر اور معنبر کرتی ہے اِس لئے حضرت سُلطان العارفینؒ نے اسم اللہ ذات کی تشبیہ کے لئے اِس مُبارک بُوٹی کو منتخب فرمایا ہے اور اکثر اِس مُبارک پودے کے پھُول پاک اور مقدس بزرگانِ دین کے مزاروں پر بطور تبرک چڑھائے جاتے ہیں جو زائرین کے دِلوں اور دماغوں کو مست کرتے ہیں اِس بیت میں حضرت سُلطان العارفینؒ نے طالب کے دِل کو زمین اور اسم اللہ ذات کو تخم اور ذکر نفی اثبات

کو پانی اور مُرشدِ کامل کو مثلِ باغبان اور مالی کے متمثّل فرمایا ہے۔ اور جب اسم اللہ ذات کا پودا مُرشدِ کامل کی پرورش اور تربیت سے نشو و نما پاکر کامل ہوجاتا ہے تو اسم اللہ ذات کے نقوش چنبیلی کے پھولوں کی طرح طالب کے تمام اعضاء وجودیہ پر بجلی کے قمقموں کی طرح جگمگ جگمگ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس کی باطنی خوشبو قلوب و ارواح کی باطنی فضا میں پھیل جاتی ہے۔

الف اللہ پڑھ حافظ ہویا نہ گیا حجابوں پردہ ہُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویا بھی طالب ہویا زردا ہُو
۲ لکھ ہزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ہُو
باجھ فقیراں کِسے نہ ماریا (حضرت باہُوؒ) اے ظالم چور اندر دا ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ اے طالب مُرشدِ کامل فقیر سے اسم اللہ ذات کا پڑھنا سیکھ تاکہ اس سے تیرا نفس فنا ہوکر دل زندہ ہوجائے۔ ورنہ قرآن یاد کرکے حافظ بن جانے اور کتابیں پڑھ کر عالم فاضل بننے سے علم حجاب ہوجاتا ہے۔ اور نفس انانیت اور خودی سے موٹا ہوجاتا ہے۔ اور دُنیا کے حرص میں مبتلا ہوکر اللہ کی طلب سے رہ جاتا ہے۔ سوائے طالب! مُرشدِ کامل کی رفاقت اور راہنمائی کے بغیر نفس کی خودی اور انانیت ہرگز دُور نہیں ہوتی۔

جیسا کہ مولانا رُومؒ صاحب فرماتے ہیں ؎

نفس نتواں کُشت اِلّا ظلِّ پیر دامنِ ایں نفس کُش را سخت گیر

جب طالب ایک ہستی یعنی مُرشدِ کامل کو اپنے سے بہتر اور افضل تر تسلیم کرلیتا ہے تو بس اس کی خودی دُور ہوجاتی ہے ورنہ شیطانی انانیت اور خودی اس کے سر پر ہمیشہ سوار رہتی ہے اور ہمیشہ ابلیس کی طرح اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کی ملعون پکار اس کے اندر سے عملاً و حالاً سنائی دیتی ہے۔

الف احد جد دِتی دکھالی از خود ہویا فانی ہُو
۳ قرب وصال مقام نہ منزل نہ اوتھے جسم نہ جانی ہُو

نہ اوتھے عشق محبّت کائی نہ اوتھ کون مکانی ہُو
عینوں عین تھیو سے (حضرت باہُوؒ) سِرّ وحدت سُبحانی ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں جب مقامِ وحدت میں ذاتِ احد نے اپنا جلوہ دکھایا تو وہاں ہماری اپنی ہستی نہ رہی۔ اور ہم اپنے آپ سے فانی ہوگئے کیونکہ خودی اور خُدا ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ اور اس وحدت کے مقام میں قربِ وصال اور جسم و جان کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ وہاں عشق و محبّت اور کون و مکان کی سمائی ہے۔ اِس مقام میں ہم اس کے عین ہوگئے۔ اور یہ مقام سِرِّ وحدت سُبحانی ما اعظم شانی کا ہے۔ اِس مقامِ وحدت میں سالک جملہ غیر و خودی سے باہر آجاتا ہے چنانچہ صحابہ کرام نے جب آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ آیا آپؐ نے معراج کی رات اللہ تعالٰے کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِ رَبِّیْ یعنی میں نے اللہ تعالٰی کو اُس کی آنکھ سے دیکھا۔ وہاں کوئی غیر قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ وہاں غیر اور ماسوٰی کی گنجائش اور سمائی ہے۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ اُسی کی طرف اشارہ ہے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سُنیا دِل میری نِت قَالُوْا بَلٰی کوکیندی ہُو
حُب وطن دی غالب ہوئی اِک پل آرام نہ دیندی ہُو
۴ قہر پوے تینوں راہزن دُنیا جو توں حق دا راہ مریندی ہُو
عاشقاں مُول قبول نہ کیتی (حضرت باہُوؒ) توڑے زاریاں کر کر روندی ہُو

شرح آپؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے مقامِ ازل میں پہنچ کر رُوحی کانوں سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی آواز سُنی اور ہمارا دِل اِس کا جواب بَلٰی ہر وقت زبانِ حال سے ادا کر رہا ہے جب سالک بیضۂ ناسُوتی کو توڑ کر مقامِ لاہوت لامکان میں قدم رکھتا ہے تو اس کا باطنی لطیفہ عنقائے قافِ قدس کی طرح زمان اور مکان کے شش جہت سے گزر جاتا اور ماضی اور

مستقبل اِس کے لئے حال کا حکم رکھتے ہیں۔ اِسی حالت میں وُہ ازل و ابد کو پالیتا ہے۔ اُس وقت اُس کے دِل پر اپنے اصلی ازلی وطن کی محبت غالب ہوجاتی ہے اَور وُہ اُس کے لئے بقرار ہوجاتا ہے۔ اِسی ازلی وطن کے لئے فرمایا گیا ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنی اس ازلی وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اَے راہزن دُنیا تجھ پر اللہ تعالےٰ کا قہر نازل ہو کہ تو طالبانِ حق کو اپنے اصلی وطن اَور محبوبِ حقیقی سے غافل کرتی ہے شیطان کے ہاتھ میں دُنیا ایک رنگین اَور خوشنما کھلونا ہے جس سے وُہ طفل مزاج اِنسانوں کو اللہ تعالےٰ اپنے حقیقی مالک سے غافل کرتا ہے۔ جیسا کہ ایک عام قاعدہ مقرر ہے کہ جب بچہ گھر میں اپنی ماں کو یاد کرکے روتا ہے۔ تو گھر والے کسی کھلونے سے ایسے بچے کو خوش کرتے ہیں۔ تاکہ اُس کھلونے کے تماشے میں وُہ اپنی ماں کو یاد کرنا بھول جائے۔ بعینہٖ اسی طرح شیطان متاعِ دنیا کے خوشنما کھلونے سے بوالہوس نادان اِنسانوں کو اپنے حقیقی مالک سے غافل کرتا ہے لیکن عاشقِ صادق اِس راہزن دُنیا کے کھلونے کو ہرگز قبول اَور منظور نہیں کرتے۔ خواہ وُہ اپنی جھنکار سے انہیں اپنی طرف ہزار راغب کرے وُہ اپنے مالک اَور مادرِ حقیقی کو پکارتے ہی رہتے ہیں۔

الف اللہ صحیح کیتو سے جاں چمکیا عشق اگوہاں ہُو
رات دہاں دیوے تا تکھیرے ہردم کرے اگوہاں سوہاں ہُو
اندر بھائیں اندر بالن اندر دے وِچ دھواں ہُو **۵**
شہرگ تھیں نزدیک لدھو سے (حضرت باہُوؒ) جاں عشق کیتو سے ہاں ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں جس وقت ہم نے اللہ کا نام صحیح کرکے پڑھ لیا۔ اَور اِس کے ذکر میں محو ہوگئے۔ تو اِس کے آگے ہمیں مسمّٰے یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات جلوہ گر ہوگئی۔ اَور اُس کے دیدہ پُر انوار کے بعد اُس کے جمالِ لایزال سے عشق ہوگیا۔ اَور یہی شوق اَور عشق ہمارے راہِ سلوک اَور طریقت کا راہنما اَور وسیلہ بن گیا۔ اَور دِن رات ہمارے راہِ وصل کی منزلیں طے

کراتا ہے ؎

کعبۂ مقصود اگر باشد ہزاراں سالہ راہ　　نیم گامے ہم نباشد شوق چوں راہبر شود

اِس آتشِ عشق کا کسی بشر کو پتہ نہیں لگتا۔ اِس کے شعلے اَور دُھواں عاشق کے سینے اَور دِل میں مخفی اَور محفوظ رہتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جب ہم نے عشق کو اپنا راہبر بنایا تو ہم نے اپنے معشوقِ حقیقی کو شاہرگ سے نزدیک پالیا۔

ازل ابد نوں صحیح کیتو سے دیکھ تماشے گزرے ہُو
چوداں طبق دِلے دے اندر جتھے آتش لائے ہجرے ہُو
جنہاں حق حاصل نہ کیتا اوہ دوہیں جہانیں اُجڑے ہُو **۶**
عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت ربّے (حضرت باہُوؒ) دیکھ تنہاں دے مجرے ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے مقامِ ازل اَور مقامِ ابد دونوں کو صحیح طور پر دیکھ کر سب ماضی اَور مستقبل کے واقعات معلوم کر لئے ہیں۔ اَور یہ سب مقامات ازل، ابد، دُنیا اَور عقبےٰ بلکہ چوداں طبق عارف کے دل کے اندر ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے خالق اَور مالکِ حقیقی کو نہ پایا اَور ازل، ابد، دُنیا اَور عقبےٰ کے نظاروں اَور مخلوق کی محبت میں پھنس گئے وُہ دونوں جہان سے خالی اَور محرُوم ہوگئے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ عاشقانِ الٰہی کی پہنچ اَور ہمت دیکھ کہ وُہ سب کچھ قربان کرکے اس کی ذات میں محو اَور فنا ہوجاتے ہیں۔

اَدھی لعنت دُنیا تائیں تے ساری دُنیا داراں ہُو
جیں راہ مولےٰ دے خرچ نہ کیتی لیسن غضب دیاں ماراں ہُو
پیواں کولوں پُتر کوہاوے بھٹ دُنیا مکاراں ہُو **۷**
جنہاں ترک دُنیا دی کیتی (حضرت باہُوؒ) لیسن باغ بہاراں ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا پر خُدا کی آدھی لعنت ہو اور اس کے قبول کرنے والے پر ساری لعنت ہو۔ جو لوگ دُنیا جمع کر کے راہِ خُدا میں خرچ نہیں کرتے اُن پر عالمِ برزخ میں اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی مار پڑے گی اور انہیں سخت عذاب دیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ترجمہ۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے خزانے بناتے ہیں اور اُسے راہِ خُدا میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو کہ وُہ درم و دینار اور رُوپے پیسے دوزخ کی آگ میں لال اور گرم کیے جائیں گے اور اُن سے ان کے جسموں کو چاروں طرف سے داغ دیا جائے گا۔ دُنیا کے فتنے فساد اور ظلم و ستم ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ دُنیا کی محبت میں باپ بیٹے کو اور بھائی بھائی کی گردن مارتا ہے۔ جو دنیا کو ترک کر دیتا ہے وُہ اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۸

اے دُنیا زن حیض پلیتی ہرگز پاک نہ تھیوے ہُو
جیں فقر گھر دُنیا ہووے لعنت اُس دے جیوے ہُو
حُبّ دُنیا دی رب تھیں موڑے ویلے فکر کچھیوے ہُو
سہ طلاق دُنیا نوں دیئیے (حضرت باہُوؒ) جے کر سچ پچھیوے ہُو

شرح: اپنی کتابوں میں اکثر جگہ حضرت سُلطان العارفینؒ نے دُنیا کی بہت مذمت اور شکایت فرمائی ہے واقعی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دُنیا سے زبردست راہزن اور کوئی نہیں ہو سکتا چنانچہ حدیث میں آیا ہے حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ وَتَرْكُ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ عِبَادَةٍ ترجمہ یعنی دُنیا کی محبت تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ یہاں آپ دُنیا کو حیض کی پلیدی سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ حائضہ عورت کا جب تک حیض جاری ہے وُہ ہرگز پاک نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں اس کی کوئی طاعت اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر وُہ حالتِ حیض میں عبادت کرے تو

اُلٹا گنہگار ہوتی ہے۔ اسی طرح دُنیا کی محبت جس شخص کے دل میں ہو اُس کی طاعت اور عبادت درجۂ قبولیت کو نہیں پہنچتی کیونکہ دُنیاوی خیالات کے کُتّے ہر وقت اس کے دل میں دوڑتے رہتے ہیں۔ ایسے دل میں اللہ تعالیٰ کا ذِکر فکر ہرگز جاگزیں نہیں ہوتا۔ یہاں اس بیت میں دُنیا کو حیض کے خون سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت سُلطان العارفینؒ نے اپنی کتابوں کے اندر آیت قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ کی تفسیر اور تعبیر یُوں بھی فرمائی ہے کہ ایک آیت میں لفظ قلیل کے قاف کو مکسور یعنی زیر سے قِلیل پڑھا جاتا ہے۔ اور قِلیل اس پارچۂ خون آلودۂ حیض کو کہتے ہیں جسے عورتیں حیض کے دنوں میں اپنی شرمگاہ پر باندھا کرتی ہیں تاکہ دُوسرے کپڑے اِس خون سے محفوظ رہیں۔ دُوسرے مصرع میں فرمایا ہے جس شخص کے گھر میں دُنیا ہو۔ اور وُہ فقر کا دعویٰ کرے۔ اس کی زندگی پر لعنت ہے۔

۹

اِیمان سلامت ہر کوئی منگے اتے عشق سلامت کوئی ہُو
منگن ایمان شرماون عشقوں میرے دل نوں غیرت ہوئی ہُو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہُو
میرا عشق سلامت رکھیں (حضرت باہُوؒ) ایمان نوں دیاں دھروئی ہُو

شرح: حضورؒ اپنے زمانے کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ہر شخص کی زبان پر ہے کہ اللہ ایمان کی سلامتی دیوے لیکن آج کل تو یہ حالت ہے کہ ہر شخص دُنیا کی سلامتی چاہتا ہے دین اور ایمان کی سلامتی کا کلمہ محض رسمی اور زبانی طور پر ادا کیا جاتا ہے حضورؒ اپنے زمانے کے لوگوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ ہر شخص ایمان کی سلامتی چاہتا ہے لیکن عشق کی سلامتی کوئی شخص طلب نہیں کرتا اس لئے لوگوں کے اس سوال پر مجھے غیرت آتی ہے۔ کہ لوگ ایسا نکما اور معمولی سوال کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے قُرب، وصال اور دیدار کے اور کچھ نہیں طلب کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا عشق اور محبت سلامت

رکھے ہمارا ایمان اور بہشت کو دُور سے سلام ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا حالتِ مستی کے اندر ایک ہاتھ میں کچھ پانی اور دُوسرے ہاتھ میں آگ اُٹھائے ہُوئے جا رہی تھیں کسی نے سوال کیا کہ اے رابعہؒ یہ کیا حال ہے۔ اور یہ آگ اور پانی کہاں اور کیوں اُٹھا کر لے جا رہی ہو۔ آپؒ نے فرمایا کہ اِس پانی سے دوزخ بجھانے اور آگ سے بہشت جلانے جا رہی ہُوں۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں لوگوں کو اللہ تعالےٰ سے روکے ہوئے ہیں۔ لوگ دوزخ کے خوف اور بہشت کی طمع پر عبادت اور طاعت کر رہے ہیں تاکہ یہ دونوں نہ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اللہ کے لیے کی جائے۔ یہ مقام عاشقانِ الٰہی کا ہے۔ یہ مقام ایمان کی منزل سے بالاتر ہے جیسا کہ آیا ہے کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ یعنی ایمان صرف دوزخ کے خوف اور بہشت کی اُمید کے درمیان ہے لیکن عشق کی منزل کچھ اور ہے۔ جیسا کہ کسی نے فرمایا ہے ۔

جس کا عمل ہو بے غرض اُس کی جزا کچھ اور ہے
بادہ و جام سے گزر حُور و خیام سے گزر

اِسی لئے حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ لوگ ایمان طلب کرتے ہیں لیکن عشق مانگنے سے شرماتے ہیں۔ مجھے اُن کے اِس ناچیز اور ناکارہ سوال سے غیرت آتی ہے کیونکہ جس مقام پر عشق پہنچاتا ہے ایمان کو اُس کی خبر بھی نہیں ہے۔

حسابِ صد ہزار عاقل بحشر بگذرد یک دم
حسابِ یکدمِ عاشق بصد محشر نے گنجد

اے تن میرا چشماں ہووے مَیں دِلبر ویکھ نہ رجّاں ہُو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اِک کھولاں اِک کجّاں ہُو
اِتنیاں ڈِٹھیاں مینوں صبر نہ آوے مَیں ہور کتے ول بھجّاں ہُو ۱۰
دِلبر دا دِیدار ہے مینوں (حضرت باہُوؒ) لکھ کروڑاں حجّاں ہُو

شرح۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک مخلوق معشوق کی محبت میں اِنسان عقل اور شعور کھو بیٹھتا ہے

اور جان و مال اور نام و ناموس غرض ہر چیز کی بازی ایک مجازی معشوق کے عشق میں لگا بیٹھتا ہے۔ چنانچہ مجنوں و لیلیٰ اور فرہاد و شیریں وغیرہ کے قِصّے شاہد ہیں۔ اور آج بھی عشقِ مجازی کے دیوانے دُنیا میں ایسے دیکھنے اور سُننے میں آئے ہیں کہ اُنہوں نے ایک معمُولی اِنسان کے عشق میں تاج اور تخت اور دُنیوی دولت اور بڑی بھاری عزت کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اور یہ بات مسلّم ہے کہ تمام مخلوق جن و انس اور حُور و غلماں اور ملائکہ و رُوحانیوں میں جو حُسن و خوبی کار فرما اور جلوہ نما ہے۔ وُہ خالق مالک و محبُوبِ حقیقی کے حُسنِ لم یزل ولایزال غیر مخلوق کے کائناتِ حُسن کا ایک ذرّہ اور بحرِ ناپیدا کنار کا ایک قطرہ ہے جو تمام عالمِ غیب والشہادت کے لطیف و کثیف اور ظاہری و باطنی حسین و جمیل مخلوق میں تقسیم کیا گیا ہے۔ غرض غیر مخلوق حُسن جمال عقل و فہم سے بالاتر ہیں۔ کسی نے اِس بارے میں کیا خوب کہا ہے ۔

اُس کے حریمِ ناز میں عقل و خرد کو کیا دخل
جس کے حریمِ حُسن کا ذرّہ جہانِ ناز ہے

اب اگر کسی سعادت مند اور خوش قسمت اِنسان کو اُس محبُوبِ حقیقی کے ذاتی دیدار کا ایک شمہ نظر آجائے تو اس کے جذبۂ عشق اور ولولۂ اِشتیاق کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت سُلطان العارفینؒ نے اِس بیت کے اندر اپنے جذبۂ عشقِ حقیقی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے جسم کے ہر ذرّے اور ہمارے ہر ہر بال کے نیچے لاکھوں آنکھیں پیدا ہو جائیں۔ اور ان تمام آنکھوں سے ہم اپنے محبُوبِ حقیقی کو بار بار دیکھیں تب بھی ہمارا دیدار کا پیاسا دل صبر اور قرار نہیں پکڑے گا۔ لوگ خانہ کعبہ جا کر اس محبُوبِ حقیقی کے گھر کا طواف اور دیدار کرتے ہیں لیکن اس صاحبِ خانہ اور معشوقِ حقیقی کا دیدار ہمارے لئے لاکھوں کروڑوں حجّوں سے بہتر ہے۔ جیسا کہ کسی سالک نے فرمایا ہے ۔

طوافِ کعبہ کُن حاجی مرا در کوئے او بگذار
کہ حجِ اکبرِ عاشق طوافِ کوئے دلدار است

ردیف ب

باہُوؒ باغ بہاراں کِھڑیا نرگس ناز نرم دا ہُو
دِل وِچ کعبہ صحیح کِیتو سے پاکوں پاک پرم دا ہُو
طالب طلب طواف تمامی حُبّ حضُور حرم دا ہُو
گیا حجاب تھیو سے حاجی (حضرت باہُوؒ) اللہ بخشیا راہ کرم دا ہُو ۱۱

شرح۔ اِس بیت میں حضُورؒ نے اپنی کلامِ بلاغت نظام کا کمال عُمدہ مظاہرہ فرمایا ہے۔ حضُورؒ فرماتے ہیں کہ فقیر باہُوؒ کے دِل کے باغ میں بہار کا موسم آگیا ہے۔ اَور دِل کے نرگس نے خوابِ ناز کے نرم بستر سے آنکھ کھول لی ہے۔ اَور ہم نے اپنے دل کی وسیع باطنی کائنات میں پریم اَور محبّت کے پاک ترین کعبہ کو پالیا ہے۔ جہاں حرمِ حضور کے حُبّ میں طالبانِ الٰہی ہروقت طواف کرتے ہیں۔ اَور اس کی شمعِ جمال پر پروانہ وار مرتے ہیں۔ اِس باطنی نوری حضوری حج کی ادائیگی سے ہمارے اَور محبُوبِ حقیقی کے درمیان تمام حجب و حجاب دُور ہوگئے ہیں۔ اَور اس محبُوبِ ازلی نے ہم پر اپنے شرفِ دیدار کا کرم فرما دیا ہے۔ اَور ہم حاجی بے حجاب بن گئے ہیں۔ حضرت سُلطان العارفینؒ کا یہ بیت آپؒ کی کتابوں کی تحریر سے بالکل مِلتا جُلتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ خانۂ کعبہ کا طواف کرکے اَور دُوسرے مناسکِ حج ادا کرکے بزعمِ خود تو حج کا ثواب کماتے ہیں حاجی ثواب کہلاتے ہیں لیکن اصلی باطنی کمالاتِ حج سے بالکل خالی ہاتھ واپس آتے ہیں۔ لیکن خاصانِ درگاہِ الٰہی جب اللہ تعالٰے کے باطنی حرم حضور میں پہنچتے ہیں۔ اَور اس کے عریاں اَور بے حجاب شرفِ دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔ تو حاجی بے حجاب کہلاتے ہیں۔ سو حاجی ثواب اَور حاجی بے حجاب اَور حاجی کرم میں بڑا فرق ہے۔

بغداد شہر دی کیا نشانی جتھے اُچیّاں لمیاں چیلاں ہُو
تن من ساڈا اُپرنے پُرنے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
اِنہاں لیراں دی گل کفنی پاکے رلساں سنگ فقیراں ہُو
گڑھ بغداد دے ٹکڑے منگساں (حضرت باہُوؒ) کرساں میراںؒ میراں ہُو ۱۲

شرح معلُوم ہوتا ہے یہ پنجابی ابیات حضرت سُلطان العارفینؒ کے ابتدائے طلب کے زمانے کے بنائے ہوئے ہیں۔ جب آپؒ مُرشدِ کامل کی طلب میں پہلے پہل حضرت شاہ حبیب صاحب گیلانی سیّد جو حضرت محبُوبِ سُبحانی قدس اللہ سرّہ العزیز کی اَولاد میں سے ہُوئے ہیں اِنہوں نے شور کوٹ کے قریب ایک گاؤں آباد کیا۔ اَور اس کا نام بغداد رکھا۔ اَور گڑھ بغداد کے نام سے آج تک مشہور ہے حضرت سُلطان العارفینؒ کا اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا حال مناقبِ سُلطانی میں موجُود ہے۔ اُس زمانے میں اِس شہر گڑھ بغداد کے اندر اُونچے لمبے چیل کے درخت تھے۔ جو پنجاب کا عام درخت ہے۔ یہاں بغداد سے مُراد عراق عرب کا بغداد شریف نہیں ہے جہاں حضرت محبُوبِ سُبحانی قدس سرّہٗ کا مزارِ مقدّس ہے کیونکہ وہاں سوائے کھجور کے اَور کوئی درخت نہیں ہے۔ اَور حضُورؒ کے بغداد شریف جانے کا کتابوں میں کوئی ذِکر نہیں ہے۔ گو عوام آج تک اِسی غلطی میں مبتلا ہے ہیں کہ اِس سے مُراد بغداد عراق و عرب ہے۔ چُونکہ آپ اوائل عُمر میں شوق و محبّتِ الٰہی سے معمُور اَور پاک معصُوم دِل لے کر گڑھ بغداد میں حضرت حبیبؒ شاہ کی خدمت میں حاضر ہُوئے تھے لہذا فطرتاً آپؒ کو وہاں کی ہر چیز بھلی اَور مرغوب نظر آئی۔ اَور وہاں کے اُونچے لمبے چیل کے درخت نہایت دِلفریب اَور دِلکش معلُوم ہُوئے۔ اِس لِئے آپؒ کی زبانِ گوہر فشاں پر وہاں کے درختوں کی تعریف جاری ہوگئی۔ اَور سید حبیبؒ شاہ صاحب کے تلقینِ مشقِ وجُودیہ پر آپؒ کی توجّہ اَور نظر اپنے جسم و تن کی ترکیب اَور ساخت کی طرف منعطف ہوئی جیسا کہ

حضورؒ نے اس بیت میں فرمایا ہے۔ کہ انسان کا تن اور بدن ایک عنصری کُرتے کی طرح ہے جو مختلف کپڑے کے ٹکڑوں اور پُرزوں سے قضا و قدر کے درزی نے جوڑ کر سیا اور تیار کیا ہے چنانچہ اپنے جسمِ عنصری کی گودڑی اور کفنی لے کر اللہ تعالےٰ کی طلب اور تلاش میں نکلنے اور فقیروں اور درویشوں کے ساتھ شامل ہونے اور مرشدِ مربّی کے شہر کے گدا کے ٹکڑوں پر گذر اوقات کرنے اور حضرت پیرِ دستگیر محبوبِ سبحانیؒ کے نام مبارک میراںؒ میراںؒ کے وِرد کو اپنا سرمایہ اور سامان بنانے کا ذکر اس بیت میں ادا فرماتے ہیں۔ اور ان کو اللہ تعالےٰ محبوبِ حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ خیال کرتے ہیں حضورؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ یہ فقیر تیس ۳۰ سال تک مرشدِ کامل کی طلب میں پھرتا رہا ہے۔ چنانچہ اس طویل عرصے میں اُس زمانے کے مختلف بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جن میں سے ایک سید حبیب شاہ صاحب بھی ہوتے ہیں۔ نیز حجرہ شاہ مقیم صاحبؒ کے ایک قادری بزرگ حضرت عبدالقادر ثانی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر بھی کتاب گنج الاسرار میں مذکور ہے لیکن آخر آپؒ کو اصلی حقیقی ذات فیض حضرت پیرِ محبوبِ سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی جناب سے اور حضرت رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اہل بیت پاکؓ کے گھرانے سے آپؒ کو یہ شرف ملا ہے۔

بے ادباں نہیں سار ادب دی نال غیراں دے سانجھے ہُو
جھڑے تھاں مٹّی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجھے ہُو
۱۳ جھڑے مُڈھ قدیم دے کھیڑے ہون کدی نہ ہوندے رانجھے ہُو
جیں دل حق حضور نہ منگیا (حضرت باہُوؒ) گئے دوہیں جہانیں وانجھے ہُو

شرح۔ اس بیت میں تہی دستانِ قسمت اور اشقیاء ازلی کی طرف اشارہ ہے کہ جنہیں خواہ ہزاروں پند و نصیحت کی جائے اور خواہ بے شمار کشف و کرامات اور معجزات دکھائے جائیں

وُہ کور چشم نہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت قرب و مشاہدہ اور وصال کے قائل ہو سکتے ہیں اور نہ اولیاء اللہ کے تلقین و تعلیم اور اُن کی توجہ اور اثر کو قبول کرتے ہیں۔ اس لئے وُہ انبیاء اور اولیاءؒ کو اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اور اُن کا کسی قسم کا ادب اور تعظیم ملحوظ نہیں رکھتے۔ بلکہ اُلٹا منکر ہو کر اُن کی بے ادبی اور شکایت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ دونوں جہان کی نعمتوں سے خالی اور تہی دست جاتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے مٹّی کے برتنوں کی سی ہے جو آزمائش کی تھوڑی سی گرمی اور چوٹ کی تاب نہ لا کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور ان پر اللہ تعالےٰ کے نام کی قلعی نہیں چڑھ سکتی۔ ایسے لوگوں کی مثال عاشقانِ الٰہی کے مخالفین کھیڑوں کی طرح ہے کہ وہ رانجھے کبھی نہیں ہو سکتے ؎

دریں چمن گُلِ بے خار کس نچید آرے — چراغِ مصطفوی با شرارِ بولہبی است
حسنؓ ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم — زخاکِ مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست
؎ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل — کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

باجھ حضوری نہیں منظوری توڑے پڑھن بانگ صلواتاں ہُو
روزے نفل نماز گذارن توڑے جاگن ساریاں راتاں ہُو
۱۴ باجھوں قلب حضور نہ ہووے توڑے کڈھن سیئے زکواتاں ہُو
باجھ فنا رب حاصل ناہیں (حضرت باہُوؒ) نہ تاثیر جماعتاں ہُو

شرح۔ اپنی کتابوں کے اندر حضرت سلطان العارفینؒ نے حضرت سرورِ کائنات صلعم کے بزمِ انور اور مجلسِ اکرم میں دوامِ حضوری کو تمام منازلِ سلوک کی انتہا اور جملہ باطنی مقامات کی غائت لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حضور بزمِ نبویؐ کے سوا باقی تمام منازل اور مدارج خواہ وُہ ساتوں آسمانوں اور عرش و کرسی کی سیر کیوں نہ ہو۔ مقامِ حضور کے لئے بمنزلہ نردبان اور سیڑھی کے ہے۔ اور جن عبادتوں، طاعتوں اور مشاغلِ ذکر و فکر سے راہِ حضور نہ کھلے وُہ

سب بے فائدہ اور بے سود ہیں۔ مثلاً نماز روزہ اور راتوں کو جاگنا اور کلاموں کے زکوٰۃ نکالنے سے اگر حضور بزمِ نبوی ﷺ کی طرف راہنمائی نہ ہو تو یہ سب مشاغل تضیعِ اوقات ہے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سالک ستّر ہزار سال تک طیر و سیر کر کے باطن میں پرواز کرتا جائے ہرگز طنابِ خیمۂ محمدی صلعم کو نہ پہنچ سکے گا۔ چنانچہ کتاب تذکرۃ الاولیاء کے بایزید بسطامیؒ کے معراج میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے باطن میں بڑی مدت طیر و سیر فرمائی اور ہزاروں مقام طے کیے۔ لیکن آخر میں اُن کو خیمۂ بزمِ نبوی ﷺ نظر آیا۔ اور اس کی طرف پہنچنے کی ہر چند کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ سو حضوری بزمِ نبوی ﷺ بڑی بھاری سعادت ہے جس سے محض قادری فقیر بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔

بزرگی نوں گھت وہن لوڑھائیے ملئے رج مکالا ہُو
لَآ اِلٰہ گل میرے مڑھیا مذہب کی لگدا سالا ہُو
۱۵ اِلَّا اللّٰہ گھر میرے آیا جس آن لہایا پالا ہُو
اساں بھر پیالہ خضروں پیتا حضرت باہُوؒ آبحیاتی والا ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ بزرگی اور مشائخی کے عزّ و جاہ کو کسی ندی نالے میں بہا دینا چاہیئے۔ اور اپنا مُنہ کالا اور بدنما کر کے بیگانہ صُورت اختیار کر لینی چاہیئے تاکہ وجُود میں ریا اور خود نمائی کا شائبہ تک باقی نہ رہے۔ جیسا کہ حضورؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ؎

تا توانی خویش را از خلق پوش عاشقاں کے مے بوند ایں خود فروش

دُوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

از دُروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش مے بود اندر جہاں کم ایں چنیں زیبا روش

نیز فرماتے ہیں ؎ ہر کسے رامی نمائم زشت رُو

پھر فرماتے ہیں کہ لا الٰہ کا زیور گلے پہن کر ہم نے سب ماسویٰ کو طلاق دے دی ہے حتیٰ کہ

بہشت کی نعمتوں کی بھی خواہش اور آرزُو باقی نہیں رہی۔ اب وُہ مذہب جس سے بہشت کی طلب اور غرض وابستہ ہو اس سے ہمارا کیا واسطہ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

اہلِ عقبیٰ سُود بُرد و طالبِ دُنیا زیاں گرمیٔ بازارِ او سُود و زیانِ من بسوخت

پھر فرماتے ہیں اِلَّا اللّٰہ کہنے سے ہمارا اصلی مالک اور حقیقی خاوند گھر داخل ہو گیا ہے جس سے ہماری آرزُوئیں اور تمنّائیں پُوری ہو گئی ہیں۔ اور اب ہم محبُوبِ حقیقی کی ذاتِ حیّ قیّوم کے ذاتی انوار سے منوّر ہو کر اس کے ساتھ خضرؑ کی طرح زندۂ جاوید ہو گئے ہیں۔

ردیف پ

پڑھ پڑھ عِلم مُلوک رِجھاون کیا ہویا اِس پڑھیا ہُو
ہرگز مکھّن ہتھ نہ آوے پھٹّے دُودھ دے کڑھیا ہُو
۱۶ آکھ چنڈوری تیرے ہتھّ کی آیا تو اِس انگوری بھڑھیا ہُو
اِک دِل خستہ راضی رکھن (حضرت باہُوؒ) لے عبادت وڈھیا ہُو

شرح: حضُور فرماتے ہیں کہ عالم لوگ عِلم پڑھ پڑھ کر بادشاہوں کی خوشامد کرتے ہیں اور اُن سے دُنیا کی متاع حاصل کرتے ہیں۔ اِس عِلم سے کیا فائدہ ہے۔ عِلم کی اصلی غرض و غایت معرفت ہے۔ اور یہی اس کا مکھّن ہے جس وقت عالم شخص عِلم سے حصُولِ دُنیا کی نیّت کر لیتا ہے تو گویا اِس کے عِلم کا دُودھ بگڑ گیا ہے جس سے معرفت کا مکھن ہرگز حاصل نہیں ہوتا ایسے بے عمل عالم کو چنڈور پرندے سے تشبیہ دیتے ہیں جو فصل کی کچّی انگوری کو چونچ سے اکھیڑ اکھیڑ کر پھینکتا جاتا ہے۔ جس سے فصل کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور اس کا اپنا بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ نفسانی بے عمل عالم اپنے عِلم کے پودے کو پکنے نہیں دیتا تاکہ اس سے معرفت

کا پھل حاصل کرے۔ بلکہ اُسے کچی حالت میں ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے عالم سے تو ایک جاہل خدمت گذار بندہ بہتر ہے جو کسی کامل خستہ دِل آدمی کی خِدمت کر کے یکدم میں برسوں کی عبادت کا ثواب حاصِل کر لیتا ہے۔

رُباعی

اَے عالِمِ نادان کہ تُو در عِلمِ غرُری　　نزدیک بہ معبُود نہ بلکہ تو دُوری
کشاف وہدایہ اگر اِمروز بخوانی　　تا خدمتِ خاصاں نہ کُنی ہیچ نہ دانی

پاک پلید نہ ہوندے ہرگز توڑے رَلے سَے پلیتی ہُو
وحدت دے دریا اچھلے ہِک دل صحیح نہ کیتی ہُو
۱۷ ہِک بُت خانے واصل ہوئے ہِک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ہُو
فاضل سٹ فضیلت بیٹھے (حضرت باہُوؒ) عِشق بازی جد نیتی ہُو

شرح۔ جن سعادت مند لوگوں کی فِطرت اللہ تعالےٰ نے روزِ ازل سے پاک رکھی ہے۔ وُہ دنیا میں مختلف نفسانی آلائشوں اَور دُنیاوی غلاظتوں میں رہتے ہُوئے پاک اَور صاف ہو کر نِکل آتے ہیں۔ کیونکہ وُہ جب پیرِ کامِل کے دریائے وحدت میں شامل ہو جاتے ہیں تو اُن کی تمام پلیدی دُور ہو جاتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے دریا دُنیا میں اُچھلتے اَور بہتے ہیں۔ لیکن ایک دل نہیں جو انہیں معلوم کر سکیں اَور پہچان لیں ایسی ازلی فِطرت کے سبب بعض بُت پرستوں کی اَولاد بُت خانوں کے اندر رہ کر نبی اَور ولی بن کر واصل باللہ ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اَور کئی عالموں اَور نبیوں کے گھر پیدا ہو کر اَور مساجد میں رہ رہ کر گمراہ اَور کافر ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کا فرزند۔ سو جب کسی عالم فاضل کو اللہ تعالےٰ کی معرفت کا پتہ لگ جاتا ہے تو وُہ اِس عِشق کے قمار خانے میں عِلم و فضل کا داؤ لگا کر عِلم و فضل سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

پیر پھڑیاں جے پیڑ نہ جاوے اُس نوُں پیر کی دھرنا ہُو
جِس مُرشد تھیں اِرشاد نہ من نوُں اوہ مُرشد کی کرنا ہُو
۱۸ جِس ہادی تھیں ہدایت ناہیں اوہ ہادی کی پھڑنا ہُو
جے سر دِتیاں حق حاصِل ہوئے (حضرت باہُوؒ) اس موتوں کی ڈرنا ہُو

شرح۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جس پیر کے پکڑنے سے دِل کی پیڑ یعنی دِل کا درد دُور نہ ہو اَیسے پیر کی مُریدی سے کیا فائدہ ہے۔ اَور جس مُرشد کی بیعت سے دِل کو ارشاد اَور ہدایت حاصل نہ ہو۔ اُس مُرشد کی بیعت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اَور جس ہادی سے اللہ تعالےٰ کی طرف ہدایت نصیب نہ ہو ایسا ہادی پکڑنا مناسب نہیں ہے۔ اِصل بات یہ ہے کہ اگر مرشدِ کامل مِل جائے۔ اَور طالب اَیسے مُرشد کی خدمت میں جان مال قربان کر دے اَور حق حاصل کر لے تو یہ اس کے لِئے سستا سودا ہے۔ اِس سے ڈرنا اَور جی نہیں چُرانا چاہیئے۔

پڑھ پڑھ حافظ کرن تکبّر مُلّاں کرن وڈیائی ہُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے وتن کتاباں چائی ہُو
۱۹ جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ہُو
دوہیں جہان انہاں دے مُٹھّے (حضرت باہُوؒ) جنہاں کھادی وِیچ کمائی ہُو

شرح۔ آنحضرتؒ فرماتے ہیں کہ حافظ لوگ جب قرآن حِفظ کر لیتے ہیں یا عالم عِلم حاصِل کر لیتے ہیں۔ تو بس اپنے آپ کو سب لوگوں سے بہتر سمجھ کر اِس حِفظ اَور عِلم پر تکبّر کرتے ہیں۔ اَور کِسی بزرگ ولی خدا رسیدہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ جب وُہ اللہ کی طلب اَور اللہ والوں کی قدر نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالےٰ اُن کے حِفظ اَور عِلم کو بے قدر کر دیتا ہے اَور بیچارے

قرآن اور کتابیں اُٹھائے ہُوئے دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور حفظ اور علم کو دُنیا کی متاعِ قلیل کے عوض فروخت کرتے پھرتے ہیں۔ اور یُوں ہمیشہ کنگال مُفلس اور ذلیل وخوار رہتے ہیں۔ جہاں اچھے پیسے مِلتے ہیں وہاں بہت کلام پڑھتے ہیں۔ ایسے لوگ خسر الدُّنیا والآخرۃ کے مصداق ہوکر نہ دین کے رہتے ہیں نہ دُنیا کے اور کمائی کو پیٹ اور نفس کے دھندے میں ضائع کردیتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوڑی ہُو
اندر جھگی پئی لٹیوے خبر نہیں تن توڑی ہُو
۲۰ موُلے والے سدا سکھالے دِل نوں لین ٹکوری ہُو
اوڑک دوست نہیں مِلدا حضرت باہُوؒ جہناں جگ نہ کیتی چوری ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں بعض لوگ علم پڑھ کر مشائخ اور بزرگ کہلانے کے طالب اور شائق ہوتے ہیں اور دن رات بڑی بھاری عبادت اور ریاضت کرتے ہیں لیکن ان کے دِل کے سرمائے کو شیطان لُوٹ رہا ہوتا ہے یعنی گو اُن کا تن اور بدن عبادت اور طاعت میں مشغول رہتا ہے لیکن اُن کا دِل اپنے نفسانی خیالات اور دُنیاوی خطرات میں مصروف ہوتا ہے۔ اِس واسطے ایسی بے حضور اور پُرفتور عبادت سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا اور شیطان اُن کی کمائی کو گویا لُوٹ لیتا ہے۔ لیکن موُلے والے اپنے دِل میں موُلے کو یاد کرتے ہیں اور تصورِ اسمِ اللہ کی خفیہ عبادت میں مصروف رہ کر ظاہری رنج اور بدنی ریاضت سے فارغ ہوکر ہمیشہ چین اور آرام سے رہتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ محبوبِ حقیقی ایسے طالب کو اپنے وصل سے بہرہ یاب فرماتا ہے جو اپنے عمل کو ہمیشہ لوگوں کی نظروں سے مخفی اور محفوظ رکھتا ہے۔ تاکہ اس کا عمل ریا اور نمائش کے شرکِ خفی سے بچا رہے۔ غرض محبوبِ حقیقی سے وصل ہونے کے لئے طالب صادق کو تمام جہان کا چور بن کر رہنا

پڑتا ہے۔ قولہ تعالےٰ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاباں عالِم ہوئے بھارے ہُو
اِک حرف عِشق دا پڑھ نہ جانن بھُلّے پھرن بچارے ہُو
۲۱ اِک نگاہ جے عاشق دیکھے لکھّ ہزاراں تارے ہُو
لکھّ نگاہ جے عالِم دیکھے (حضرت باہُوؒ) کِسے نہ کدھی چاڑھے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ اکثر عالِم ہزارہا کتابیں پڑھ کر بھاری عالِم بن جاتے ہیں لیکن الف اُلفتِ الٰہی کا ایک حرف کوئی بھی نہیں پڑھ سکتے۔ عِلمِ معرفت سے محروم اور بے بہرہ رہ جاتے ہیں۔ عالِم چُونکہ شنید اور سُنی سنائی باتوں کے یاد ہوتے اور عاشق دید یعنی محبُوب کو دیکھ کر اس کے مُشتاقِ دیدار ہوتے ہیں۔ اس واسطے ان کی صحبت توجہ اور نگاہ میں بڑا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ عاشقِ حقیقی جن کی آنکھوں میں نورِ دیدار ہوتا ہے۔ اگر لاکھ طالبوں کو توجہ اور نگاہ کریں تو سب کو زندہ دل عارف بنا لیتے ہیں۔ اور اپنے ذاتی نُورِ قدیم سے منوّر کر دیتے ہیں۔ اور عالِم بچارے اگر ایک طالب کو تمام عمر اپنی صُحبت اور توجہ میں رکھیں اس کو زندہ دِل نہیں کر سکتے۔

چراغِ مُردہ کُجا زندہ آفتاب کُجا   ببیں تفاوتِ راہ از کُجاست تا بہ کُجا

پنجے محل پنجاں وِچ چانن دِیوا کِتوَل دھریئے ہُو
پنجے مہر پنجے پٹواری حاصل کِتوَل بھریئے ہُو
۲۲ پنجے امام تے پنجے قبلے سجدہ کِتوَل کریئے ہُو
(حضرت باہُوؒ) صاحب جے سر منگے ہرگز ڈھِل نہ کریئے ہُو

شرح - یہ بیت اکثر طالبوں کے بحث مباحثے کی آماجگاہ بنا رہتا ہے چونکہ اس کا مطلب اور مفہوم بہت گہرا اور پیچیدہ ہے اس لئے کسی طالب کو اس کے اصلی اور تسلی بخش معنے آج تک معلوم نہیں ہو سکے ہم ناظرین کے سامنے اس کے جو معنی پیش کرتے ہیں وہ آپ کی فارسی کتابوں کے عین مطابق ہونے کے سبب انشاء اللہ بالکل صحیح ہے حضورؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں پانچ حواس خمسہ پانچ محل قائم ہیں۔ اور انہی پانچ محلوں سے انسانی گھر تعمیر ہوا ہے۔ اور ان پانچ محلوں کو چراغ اسم اللہ ذات سے روشن کرنا ہے اب یہ چراغ اسم اللہ ذات کس طرح، کیوں کر اور کس طرف سے ان محلوں میں رکھا جانا چاہیئے۔ جن لوگوں نے حضرت سلطان العارفینؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ ضرور مشق وجودیہ کا مضمون پڑھ چکے ہوں گے۔ اور آنکھوں، کانوں، زبان، ناک اور ہاتھ کی ہتھیلیوں وغیرہ تمام اعضاء پر اسم اللہ ذات کی مشق مرقوم کرنا جانتے ہوں گے۔ وہاں ہر مقام پر حضرت سلطان العارفینؒ نے اس قسم کا گول دائرہ قائم کیا ہے۔



اور ہر دائرے کے اندر پانچ حواس کے مطابق پانچ اسم اللہ ذات مرقوم کئے ہیں۔ اس کا اصلی مطلب یہ ہے کہ انسانی وجود بلا شمار خلیوں (CELLS) سے مرکب ہے۔ اور ہر خلیہ انسانی وجود کا ایک ماڈل اور نمونہ ہے۔ اب اگر طالب ہر اندام پر پانچ حواس کے مطابق پانچ اسم اللہ ذات مرقوم کرلے۔ اور اس مقام میں طالب کا ایک نوری لطیف باطنی وجود زندہ ہو جاتا ہے۔ جس میں ظاہری جسم کی طرح حواس خمسہ ہوتے ہیں۔

اس مذکورہ بالا مضمون سے ناظرین کو اس بیت کے اصلی مضمون کی کچھ جھلک معلوم ہو گئی ہوگی۔ اب ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالے ہر حواس سے اطاعت اور بندگی کا حصول چاہتا ہے اور اس کے حصول کے لئے اپنے فرشتے مثلاً کراماً کاتبین وغیرہ بطور مہر اور پٹواری تعینات اور مقرر کئے ہیں حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان مختلف مہر اور پٹواریوں کے ہوتے ہوئے

انسان بے چارہ کس کو اور کیونکر محصول ادا کرے۔ اسی کے مطابق ہر حواس اور عضو کے لئے الگ الگ اطاعت ہے۔ تو ہر ایک کا الگ الگ امام اور قبلہ چاہیئے۔ اس لئے سجدہ کس طرح کرنا چاہیئے۔ آخر میں خود فیصلہ فرماتے ہیں کہ اس سے غرض یہ ہے کہ محبوب حقیقی اپنے طالب سالک اور عاشق سے سر اور جان کا طالب ہے تو اپنی جان اور سر پیش کرنے میں دیری نہ کرے۔ اس سے سارا محصول اور حق ادا ہو جاتا ہے۔

پاٹا دامن ہویا پرانا کچرک سیوے درزی ھُو
باجھ مربی کسے نہ لدھی مرض اِسس اندر دی ھُو ۲۳
حال دا محرم کوئی نہ ملیا جو ملیا سو غرضی ھُو
اوسے راہ ول جائیے (حضرت باھُوؒ) جس تھوں خلقت ڈردی ھُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ نفس کی اصلی اندرونی مرض خودی اور انانیت ہے اور نفس اپنی موت سے بہت ڈرتا ہے لیکن عاشق کے لئے موت عین مراد ہے۔ کیونکہ موت کے پل کو عبور کرکے عاشق اپنے محبوب سے واصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے طالب کو اس بیت میں تلقین فرماتے ہیں کہ تن اور جسم کے پرانے پاٹے کرتے کو تو کب تک درزیوں سے سینے کی کوشش کرے گا یعنی ڈاکٹروں اور حکیموں سے اس کا علاج معالجہ کراتا ہے گا موت سے ڈرنے کے مرض کو مرشد مربی خوب سمجھتا ہے ہیں تو تمام عمر ایسا کامل طالب نہ ملا۔ جو اللہ تعالے کی راہ میں سر دھڑ کی بازی لگا دے۔ سب غرض کے بندے ملتے رہے ہیں پس صادق مرید وہ ہے جس کی موت، جس سے خلقت ڈرتی ہے عین مراد ہو۔

پڑھیا علم تے ودھی مغروری علم گیا تلو ہاں ھُو
بھُلا راہ ہدایت والا نفع نہ کیتا دو ہاں ھُو ۲۴

سِر دِتیّاں جے سِرّ ہتھ آوے سودا ہار نہ توہاں ہُو
وڑیں بزارِ محبت والے (حضرت باہُوؒ) کوئی رہبر لیکے سوہاں ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ اگر ظاہری علمِ روایت کو سب کچھ سمجھ کر کوئی کسی عالم اِسی پر غرّہ ہو گیا۔ اَور کسی مُرشدِ کامل سے باطنی علمِ معرفت حاصِل نہ کیا تو گویا اُس نے ہدایت کا راستہ نہ پایا۔ سو اِس عِلم اَور غرور دونوں نے اُسے کوئی نفع نہ دیا۔ سوائے طالبِ عِلم! اگر عِلم کیا تجھے سر اَور جان دے کر بھی معرفت کا سِرّ اَور بھید حاصِل ہو سکے تو سودا بہت سستا ہے اِسے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ اَے طالب! اگر تُو بازارِ محبت میں معرفت کا سودا لینے داخل ہونا چاہے۔ تو سر کی نقدی ہتھیلی پر رکھ کر کسی مُرشدِ کامل کو اپنا دلّال بنا تب تجھے معرفت کا سودا مِل سکے گا۔ ورنہ خالی ہاتھ واپس آئے گا۔

ردیف ت

۲۵

ترک دُنیا دی جداں کیتو سے تداں فقر ملیو سے خاصہ ہُو
تارک دُنیا تداں ہولیو سے جداں ہتھ پکڑیو سے کاسہ ہُو
دریا وحدت دا نوش کیتو سے اجے بھی جی پیاسہ ہُو
راہ فقر رت ہنجوں روون (حضرت باہُوؒ) لوکاں بھانے ہاسہ ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دُنیا کو ترک کیا تب ہمیں فقر خاصہ محمدی حاصل ہوا۔ اَور تارک فارغ اصلی اُس وقت ہوئے جب علاوہ ترکِ دُنیا نفس کو دربدر کاسہ گدائی لے کر پھرنے سے رُسوا کر کے فنا کر دیا اَور خودی کو مِٹا دیا۔ اِس کے صِلے میں ہم نے دریا

وحدت کا نوش کیا۔ لیکن پھر بھی ہمارا دِل اَور من ویسا پیاسہ ہی رہا۔ اَور اصلی فقر کا مقامِ وحدت سے بھی آگے ہے یعنی اصلی فقر کا ادنیٰ شمہ یہ ہے کہ عاشق فقیر محبُوبِ حقیقی کے اشتیاق میں آنسُو کے بجائے آنکھوں سے خون بہائے اَور لوگ اُسے دیوانہ اَور مجنون سمجھ کر آماجگاہِ طعن و تمسخر بنائے رکھے۔

۲۶

تُلہ بنھ توکّل والا ہو مردانہ ترییے ہُو
جیں دُکھ تھیں سُکھ حاصل ہوئے اُس دُکھ تھیں نہ ڈرییے ہُو
اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا چِت اُسے دل دھرییے ہُو
او بے پرواہ درگاہ ہے (حضرت باہُوؒ) اوتھے رو رو حاصل بھرییے ہُو

شرح۔ تُلہ گھاس پھوس کا ایک کشتی نما گٹھڑا سا دریاؤں کے کنارے پر رہنے والے لوگ بنا لیتے ہیں۔ اَور جہاں کشتی وغیرہ میسّر نہیں آتی وہاں دریا پار کرنے کے لیئے لوگ اِس تُلے سے کام لیتے ہیں۔ گو یہ کام خطرناک ضرور ہے لیکن ضرورت کے وقت اِس سے اللہ کے بھروسے پر کام نِکل جاتا ہے۔ سو یہ تُلہ توکّل کے عین مترادف ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ اَے طالب! زندگی کے بحرِ ذخّار و دُشوار گذار میں توکّل کا تُلہ باندھ کر مردانہ وار تیرتا چلا جا۔ جِس دُکھ سے بعد میں سُکھ حاصل ہو اُس سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا یعنی تکلیف کے ساتھ آسانی اَور آرام شامل ہے۔ واقعی ترکِ توکّل اَور صبر میں طالب مبتدی کے لئے بطور آزمائش و امتحان تکالیف اَور مصائب سے دوچار ہونا لازمی ہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالےٰ اُسے اِس تکلیف کا اجر اَور جزا ضرور عطا فرماتا ہے۔ جیسا حدیث میں آیا ہے۔ مَنْ كَانَ فِي اللّٰهِ تَلَفُهٗ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ خَلَفُهٗ ط یعنی جو شخص کوئی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کر کے تلف کر دیتا ہے اللہ تعالےٰ پر فرض ہو جاتا ہے کہ اُسے دُنیا و آخرت میں اِس

تلف شدہ شے کا معاوضہ اور اجر عطا فرمائے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ وُہ ذات لااُبالی اور بے پرواہ ہے۔ ہر حال میں اُسی کی طرف مائل اور راجع ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سوائے اس کے کوئی چارۂ کار اور جائے پناہ نہیں ہے۔

۲۷

تن من یار میں شہر بنایا دِل وِچ خاص محلّہ ھُو
آن الف دِل وسّوں کیتی میری خُوب ہوئی تسلّہ ھُو
سب کچھ مینوں پیا سُنیوے جو بولے سو اللہ ھُو
دردمنداں ایہہ رمز پچھاتی حضرت باھُوؒ بے درداں سر کھلّہ ھُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تن اور من یعنی جسم اور دِل کو ایک شہر بنایا ہے جس میں دِل کا خاص محلّہ ہے۔ الف یعنی اسم اللہ نے آکر دِل کے محلّے کو آباد کر دیا ہے جس سے مجھے خوب تسلّی اور تشفّی یعنی اطمینان ہو گیا ہے جیسا کہ ارشادِ ربّانی ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب ۝ یعنی خبردار اللہ تعالٰے کے ذِکر سے دِلوں کو اِطمینان ہوتا ہے۔ مجھے جہاں سے جو کچھ بھی سُنائی دیتا ہے سو وُہ آواز اللہ ہی اللہ کا ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک اللہ تعالٰے سے ہمکلام رہا ہوں۔ لوگ سمجھتے رہے کہ ہمارے ساتھ ہمکلام ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ تصوّرِ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے فقیر کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ وُہ ہر وقت اور ہر آن میں اللہ تعالٰی سے ہم سخن اور ہم کلام رہتا ہے۔ لیکن لوگ، جنّ و انس، ملائکہ اور ارواح تمام مخلوقات سمجھتی ہے کہ فقیر ہمارے ساتھ کلام کر رہا ہے۔ یہ توحید کا بہت اعلیٰ مقام ہے کہ تمام کائنات اور مخلُوقات کے اقوال، اعمال اور احوال میں خالق جلوہ گر اور ظہُور پذیر نظر آئے گا۔ لیکن یہ رمز اور بھید صرف اللہ تعالٰے کے عاشقوں اور عارفوں کو معلوم ہوتی ہے۔ بے درد نفسانی، رسمی، رواجی، ظاہری اعمال والوں کو سوائے سردردی اور جسمانی تکلیف

کے اور کچھ حاصل نہیں ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دِل گاؤ خر ۔۔۔ ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

۲۸

توڑے تنگ پُرانے ہوون گجھے نہ راہندے تازی ھُو
مار نقّارہ دَل وِچ وڑیا کھیڈ چلیا ہک بازی ھُو
مار دِلاں نُوں جول دِتونے جدوں تکّے نین نیازی ھُو
اُنہاں نال کی ہویا حضرت باھُوؒ جنہاں یار نہ رکھیا راضی ھُو

شرح۔ اگرچہ اُس کے تنگ اور ساز یعنی زین، لگام وغیرہ پُرانے ہوں۔ اصلی تازی اور عربی گھوڑے پوشیدہ نہیں رہتے۔ ان کا کمال ظاہری لباس سے نہیں، بلکہ اپنے عمل اور ہُنر سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ عربی گھوڑا جب جنگ کا نقّارہ بجتا ہے تو دَل یعنی فوج کے اندر گھُس کر اپنی بازی، کھیل اور ہُنر و کمال دِکھا جاتا ہے۔ کامل فقیر ریاکاری اور نمائش کا لباس نہیں پہنتے بلکہ وُہ بیگانہ لباس میں اپنی نگاہ اور نظر سے جن دِلوں کی طرف دیکھتے ہیں ان کو ماسویٰ سے مار کر اور فنا کر کے اللہ تعالٰے کے ساتھ زندہ کر دیتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ اَے (حضرت) باھُوؒ اِن لوگوں کا معاملہ کِس قدر خراب اور ابتر ہے جنہوں نے ایسے کامل محرمِ راز کو راضی اور مہربان نہ کیا یعنی طالبوں کو ظاہری لباسی دوکاندار ریاکار مُرشد سے بچنا چاہیئے اور کامل کی تلاش کرنی چاہیئے خواہ وُہ کسی بیگانہ لباس میں ہی کیوں نہ مِلے۔

بیت

مرد آں باشد کہ باشد شہ شناس
می شناسد شاہ را در ہر لباس

سَودا لینے والے گاہک کو اپنے حقیقی اور اصلی متاع سے غرض اور مطلب چاہیئے۔ دوکاندار کے لباس، صُورت اور دُکان کی زیب و زینت سے کیا غرض۔

تدوں فقیر شتابی بن دا جد جان عشق وِچ ہارے ہُو
عاشق شیشہ تے نقش مربّی جان جاناں توں وارے ہُو
۲۹ خود نفسی چھڈ ہستی جھیڑے لاہ سروں سب بھارے ہُو
حضرت باہُوؒ باجھ مویاں نہیں حاصل تھیندا توڑے سَے سَے سانگ اُتارے ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ طالب اُس وقت جلدی فقیر بنتا ہے۔ جب کہ عشق کے قمار خانے میں اپنی جان تک ہار دیتا ہے۔ عاشق اُس شیشے کی طرح ہے جس میں مربّی اَور مالک اپنا نقش اَور جمالِ جہاں آرا دیکھتا ہے۔ سو شیشہ اَور نقش سب مالک ہے۔ سو سب کچھ اسی مالک کے حوالے کر دیوے۔ سو طالب صادق کو چاہیئے اپنی خودی اَور ہستی کا نکمّا بوجھ اپنے سر سے اُتار کر رکھ دیوے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ مرنے اَور جان دینے کے سوا محبوبِ حقیقی کا وصل ہرگز حاصل نہیں ہوتا خواہ وُہ ہزاروں لاکھوں حیلے اَور رنگ ڈھنگ بناتا پھرے۔

تسبیح دا توں کسبی ہویوں مارے دم ولیّاں ہُو
من دا منکا اِک نہ پھیریں گل پائیں پنج وِیّاں ہُو
۳۰ دین لگیاں گل گھولٹو آوے لین لگیاں جھٹ شیاں ہُو
پتھر چِت جنہاندے (حضرت باہُوؒ) اوتھے ضائع وسّاں مینہاں ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں اَے طالب تو تسبیح پھیرنے کا کسبی ہو کر ولی اللہ ہونے کا دم مار رہا ہے۔ حالانکہ مَن اَور دِل کا منکا یعنی دِل کا دانہ کبھی نہیں پھیرا۔ اگر اللہ کی راہ میں کچھ دینے لگے تو تیرا گلا گھُٹ جاتا ہے۔ خیر خیرات اَور صدقات پر شیر کی طرح جھپٹ پڑتا ہے۔ آخر فرماتے ہیں۔ جن کے دِل اَور دماغ پتھر ہوں اُن پر بارش برسنا

ضائع ہے یعنی مُرشد کی تلقین اَور توجہ ضائع چلی جاتی ہے۔ کسی ہندی شاعر نے اسی کے مطابق فرمایا ہے ؎

مالا تیری کاٹھ کی تے منکے دیئے پرو — من میں گھنڈی پاپ کی تے رام جپے کیا ہو

ردیف ث

ثابت صدق تے قدم اگیرے تائیں رب لبھیوے ہُو
لُوں لُوں وِچ ذکر اللہ ہر دم پیا پڑھیوے ہُو
۳۱ ظاہر باطن عین عیانی ھُوْ ھُوْ پیا سُنیوے ہُو
نام فقیر تنہاندا (حضرت باہُوؒ) قبر جنہاندی جیوے ہُو

شرح۔ طالب کو چاہیئے۔ کہ وُہ صادق الیقین ہو۔ اَور طلبِ مولا میں اس کا قدم آگے ہی آگے پڑے اَور پیچھے کو ہرگز نہ مڑے۔ ایسے طالب کو اپنے رب کا وصال حاصل ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اُس کے لُوں لُوں میں اللہ تعالےٰ کا ذِکر جاری ہو جائے۔ اَور ذکر اللہ اس کے جسم اَور بدن اَور پوست میں سرایت کرے اَور اُسے ظاہر و باطن ھُوْ ھُوْ کا ذکر عیاں طور پر سُنائی دیوے۔ ایسا طالب عارفِ کامل ہو کر اللہ تعالےٰ کے نام سے منوّر ہو کر اس کے ذاتی نُور سے زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ اس کی قبر زندہ ہوتی ہے۔ اَور موت کے بعد اس کی قبر سے فیض اَور برکت جاری رہتی ہے اِس لئے آپؒ فرماتے ہیں کہ کامل فقیر وُہ ہے کہ موت کے بعد جس کی قبر زندہ ہو اَور اس سے فیض جاری ہو۔

ردیف ج

جے دِل منگے ہووے ناہیں ہووِن رہا پریرے ہُو

دوست نہ دیوے دِل دا دارُو عشق نہ واگاں پھیرے ہُو

۳۲ اِس میدان محبّت والے مِلدے تا تکھیرے ہُو

میں قربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جنہاں رکھے قدم اگیرے ہُو

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ راہِ عشق و محبّت میں طالب کو مستقل مزاج اور ثابت قدم رہنا چاہیئے ۔ اور وُہ جلدی فائزالمرام ہونے کی آرزُو میں بے تاب اور بے صبر نہ ہو۔ کیونکہ طالب جو وصل کا آرزُو مند ہوتا ہے ۔ اِس کے لئے کافی عرصہ چاہیئے کیونکہ جب میدانِ محبّت میں طالب دوڑتے دوڑتے تھک جاتا ہے تو ضعفِ بشری کے سبب اس کی رفتار سُست ہو جاتی ہے ۔ تو محبُوبِ حقیقی اُسے اپنے جمال کی جھلک دکھاتا ہے جس سے اُس کے شوق کی آگ پھر بھڑک اُٹھتی ہے ۔ اور میدانِ طلب میں اِس کے قدم مضبُوط ہو کر اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے ۔ آخر میں حضُورؒ فرماتے ہیں ۔ کہ ایسے طالبانِ صادق کے قربان جائیے جو آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور واپس مُڑنے کا نام نہیں لیتے ۔

جے توُں چاہیں وحدت ربدی مَل مُرشدیاں تلیاں ہُو

مُرشد لُطفوں کرے نظارہ گُل تھیون سب کلیاں ہُو

۳۳ اِنہاں کلیاں وِچ ہِک لعل ہوسی گُل نازک کل پھلیاں ہُو

دوہیں جہان اُنہاندے (حضرت باہُوؒ) جنہاں سنگ کیتا دوڈلیاں ہُو

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ اَے طالب اگر توُ اللہ تعالےٰ کے دریائے وحدت میں داخل ہونے کا آرزُومند ہے تو مُرشدِ کامل ڈھونڈ کر اس کے پاؤں کے تلوے مَل یعنی اس کی جان توڑ خدمت کر تا رہ اور خدمت کا نام زبان پر نہ لا اور رات دن ماہ و سال شمار نہ کر بلکہ اپنا سب کچھ مُرشد پر نثار کر کے اُسے جس طرح ہو سکے اپنے اُوپر مہربان کر ۔ تب مُرشد خوش اور راضی ہو کر جب لُطف سے باطنی نظر اور توجہ فرمائے گا تو تیرے تمام جسم اور بدن کے اندر جتنے لطائف ذِکر کلیوں کی طرح بند پڑے ہیں ۔ وُہ ذِکر اسم اللہ ذات سے پھُول بن کر کھِل جائیں گے اور ان کی خوشبو سے تیرا جسم اور جان بلکہ تمام جہان معطّر اور معنبر ہو جائے گا ۔ اِن کلیوں میں ایک قلب کا گُل صنوبری بھی ہے ۔ جس میں ایک بے بہا لعل یعنی گوہرِ نُورِ ذاتِ الٰہی ہے باقی سب صفاتی انوار کی کلیاں ہیں ۔ جو تمام کھِل کر تیرے تمام وجود کو جگمگا دیں گی دونوں جہان کی نعمتیں اِن سعادت مند طالبوں کے حِصّے میں آتی ہیں جنہوں نے اِس دِل کے پتھر کو دو ٹکڑے کر کے اِس میں سے لعلِ معرفت نکال لیا ہے ۔ تمام مذاہبِ عالم کے صُوفیا میں یہ بات مسلّم ہے ۔ اور ان کی کتابوں میں اِس کا ذِکر یکساں طور پر پایا جاتا ہے ۔ کہ اِنسان کا جِسم اور بدن ایک تالاب کی مانند ہے ۔ اور اِس کے عین وسط اور مرکز میں دِل ایک گُلِ صنوبر یا گُلِ پدم کی طرح ہے ۔ جو شخص اِس تالاب کو تیر کر عبُور کر لیتا ہے ۔ اور اِس گُلِ صنوبر کو توڑ کر اِس میں سے گوہرِ مقصُود نکال لیتا ہے ۔ وُہ عارِف کامِل ہو جاتا ہے ۔ یہاں اِس مضمون کی طرف اشارہ ہے ۔

جس الف مُطالعہ کیتا بے دا باب نہ پڑھدا ہُو

چھوڑ صفاتی لدھس ذاتی اوہ عاماں نال نہ رَلدا ہُو

۳۴ نفس امّارہ کتّا جانے نازنیاز نہ دھردا ہُو

واہ نصیب تنہاندے (حضرت باہُوؒ) جنہاں مالک لدھا گھر دا ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ جو طالب ایک دفعہ الف کا مُطالعہ کر لیتے ہیں وُہ ب کا باب نہیں پڑھتے یعنی الف سے مُراد اسمِ اللہ ذات ہے۔ اور ب کے باب سے مُراد باقی تمام اسماء ہیں یعنی جو سعادت مند طالب ذاتی اِسم کی چاشنی سے لُطف اندوز ہو جاتے ہیں۔ وُہ صفاتی اذکار اور انوار کی طرف متوجّہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ذاتی عارف خاص الخاص لاکھوں میں سے کوئی خال خال ہوتا ہے اور صفاتی عارف عوام کی طرح جو بکثرت ہیں۔ ان سے وُہ ممتاز ہوتا ہے بغیر اِسم اللہ ذات اور توجہ مُرشدِ کامل کے نفسِ امّارہ جو کالے کُتّے کی طرح اِنسان کے بغل میں بیٹھا ہے۔ وُہ ہرگز زبانی ذِکر و فِکر اور ظاہری ریاضت کے ناز و نیاز سے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ وُہ اپنے مالک کے امر اور فرمان سے تابع اور دفع ہوتا ہے۔ وُہ لوگ بہت ہی خوش نصیب ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ مالِک مکان مِل جاتا ہے۔ وُہ مالک کی طرح بچکار مچکار کر نفس کے کتّے کو تابع اور خاموش کر کے طالب کو اپنے دِل کے گھر میں داخل کر کے اُسے محرمِ راز بنا دیتا ہے بعض لوگ ظاہری ذِکر و فِکر، بدنی عبادت و ریاضت سے نفس اور شیطان کے کتّے سے جو دِل کے دروازے پر بیٹھا ہے لڑائی جھگڑے سے اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اِس طرح وُہ ہرگز تابع اور مغلوب نہیں ہوتا۔ اِس کے مغلوب اور تابع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مالک مکان یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف متوجّہ ہو کر اُسے مِلنا چاہیئے وُہ اپنے دروازے کے کتّوں کو فوراً ہٹا کر طالب کو اپنے گھر کے خلوت خانے میں بُلا لیتے ہیں۔

جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا سو دِل بخت نہ بختی ہُو
اُستاد ازل دے سبق پڑھایا ہتھ دِتّس دِل تختی ہُو
۳۵ برسر آیاں دم نہ ماریں جاں سر آوے سختی ہُو
پڑھ توحید تھیوے واصل (حضرت باہُوؒ) سبق پڑھوسی وقتی ہُو

شرح: جس دِل نے روزِ اوّل میں عشق خرید نہ کیا وُہ اہلِ بخت اور خوش نصیب نہیں ہے ہم کو اُستادِ ازل نے روزِ اوّل ہی دِل کی تختی ہاتھ میں دے کر عشق پڑھایا۔ اس کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ اِس راستے میں جو سختی سر پر آوے خوشی سے برداشت کرے اور دم نہ مارے۔ ہم نے توحید کا عِلم بھی پڑھا ہے لیکن وقتی اعمالِ شرعی خصوصاً نمازِ وقتی سے بھی غافل نہیں ہیں۔ کیونکہ تصوّرِ اسم اللہ ذات اور توحید میں اِستغراق دائمی نماز ہے۔ اور نمازِ پنجگانہ وقتی عبادت ہے۔ سالکِ عارف کے لئے ہر دو کو برقرار اور قائم رکھنا لازمی ہے

ا-۱-۱ جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھٹّی ہُو
جَیں دِل عشق حضور نہ منگیا سو درگاہوں سٹّی ہُو
۳۶ اُس دِل تھیں سنگ پتھر چنگیرے جو غفلت دل اٹّی ہُو
مِلیا دوست نہ اُنہاں (حضرت باہُوؒ) جنہاں کیتی نہ چوڑ ترٹّی ہُو

شرح: فرماتے ہیں جس دِل نے عشق خریدا اور حاصل نہ کیا۔ وُہ دردِ الٰہی سے نہیں کِھلتا اور محبّتِ الٰہی سے نہیں کُھلتا۔ اور جس دِل نے عشق اور حضور طلب نہ کیا۔ وُہ اللہ تعالےٰ کی درگاہ سے دُور ہوئے۔ اس دِل سے سنگ اور پتھر اچھے ہیں جو غفلت کے لٹّے پڑے ہیں اور محبُوبِ حقیقی کا مِلنا تب تک ناممکن ہے جب تک کہ طالب اپنی ترقی یعنی سرمایۂ سر اور مال راہِ مولا میں قُربان نہ کرے۔

ذ-۱ جو پاکی بِن عشق ماہی دے پاکی جان پلیتی ہُو
ہِک بُت خانے واصل ہوئے ہِک خالی رہن مسیتی ہُو
۳۷ عشق بازی تنہاں جا لیتی جنہاں سر دِتّیاں ڈِھل نہ کیتی ہُو
ہرگز دوست نہ مِلدا (حضرت باہُوؒ) جنہاں ترٹی چوڑ نہ کیتی ہُو

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ عشق اور محبت کے بغیر جو پاکی ہے اُسے نری پلیدی خیال کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ بعض بُت خانوں سے نکل کر واصل باللہ ہو گئے ۔ اور کئی مسجدوں میں رہ کر گمراہ ہو گئے ۔ عشق کی بازی وُہ شخص لے گیا جس نے اِس راہ میں سر قربان کرنے میں دیر نہ لگائی ہو ۔ اُن لوگوں کو ہرگز دوست نہیں ملتا جنہوں نے اپنے سر اور مال کا سرمایہ محبُوب پر نثار اور تصدق نہ کیا ۔

جیں دِل عشق خرید نہ کیتا سو دِل درد نہ دانے ہُو
خسرے خُنثے ہر کوئی آکھے کون آکھے مردانے ہُو
۳۸ گلیاں دے وِچ پھرن نمانے جیویں ڈنگر ڈھور دیوانے ہُو
باہُوؒ مرداں نمرداں دی گل تداں پوسی جدوں عاشق تھیسن گانے ہُو

شرح ۔ مذکورہ بالا تین چار بیت ایک ہی مضمون کے ہیں جنہیں مختلف پیرایوں میں دُہرایا گیا ہے ۔ حضُورؒ فرماتے ہیں جس دِل نے عشق خرید نہ کیا وُہ دِل نادرد اور نادان ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں ۔ جو اِس راہ میں بے درد ہے وُہ نامرد ہے ۔ آپؒ فارسی کتابوں میں فرماتے ہیں ۔ طالبِ دُنیا مخنّث ، طالبِ عقبےٰ مؤنّث اور طالبِ مولےٰ مذکّر ہے سو صُوفیوں کی اِصطلاح میں بے درد طالب کو خسرے ، خُنثے یعنی ہیجڑا کہا جاتا ہے ۔ ایسے لوگ اگرچہ بظاہر اِنسانی صُورتوں میں پھرتے نظر آتے ہیں لیکن دراصل وُہ حیوان اور چوپائے ہوتے ہیں ۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ مردوں اور نامردوں کی حقیقت بازارِ آخرت میں کھُل جائے گی جہاں عاشقوں کو سہرے اور گانے پہنائے جائیں گے ۔

جتھے رتّی عشق وکاوے اوتھے منوں اِیمان دیویوے ہُو
کُتب کتاباں وِرد وظیفے بھی اوتر چا کیتوے ہُو

باجھوں مُرشد کجھ نہ حاصل توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ہُو
۳۹ مر جائیے مرن تھیں اگے (حضرت باہُوؒ) تاں رب حاصل تھیوے ہُو

شرح ۔ فرماتے ہیں ۔ جہاں عشق ایک رتی ملے وہاں اِس کے عوض ہزاروں من اِیمان دے دینا چاہیئے ۔ اور اگر کتابوں کا علم اور وِرد وظیفے بھی اِس سودے میں دینے پڑیں تو انہیں بھی بطور اوتر دے دینا چاہیئے ۔ یہ راستہ بغیر وسیلۂ مُرشد ہرگز حاصل نہیں ہوتا ۔ اور اِس متاع کے سوداگر کو سر اور مال دے کر یہ گوہرِ گراں مایہ خرید کر لینا چاہیئے ۔ اِس مرنے سے پہلے مر جانا چاہیئے ۔ تب رب کا وصل حاصل ہو جائے گا ۔

جنگل دے وِچ شیر مریلا باز پوے وِچ گھر دے ہُو
عشق جیاں صرّاف نہ کوئی کجھ نہ چھوڑے وِچ زر دے ہُو
۴۰ عاشقاں نیند ربھُوک نہ کوئی عاشق مُول نہ مردے ہُو
عاشق سوئی جیوندے (حضرت باہُوؒ) جو رب اگے سر دھر دے ہُو

شرح ۔ حضورؒ عشق کو مختلف چیزوں سے یہاں تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ عشق کی مثال شیر اور باز کی ہے ۔ اوّل الذکر تمام درندوں اور جانوروں پر اور مؤخّر الذکر تمام پرندوں پر غالب اور قاہر ہے یعنی جس پر عشق مسلّط ہو جاتا ہے ۔ اس کا سب کچھ چھین کر اُسے فنا کر دیتا ہے ۔ پھر فرماتے ہیں کہ عشق گویا ایک صرّاف کی طرح ہے جو طالب کے زرِ وجود کو عشق کے بوتے میں گلا گلا کر اس کا تمام میل اور آلائش نکال کر اُسے صاف کُندن بنا دیتا ہے ۔ عاشقوں کو نہ نیند نہ بھُوک ستاتی ہے ۔ اور نہ کبھی عاشق مرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں کہ وُہی عاشق زندۂ جاوید ہوتے ہیں جو اپنے معشوقِ حقیقی کے راستے میں سر قربان کر دیتے ہیں ۔

جہاں عشق حقیقی پایا موہوں نہ کُجھ الا دن ہُو
ذکر فکر وِچ رہن ہمیشہ دم نُوں قید لگا دن ہُو
قلبی، رُوحی، سِرّی، خفی، اخفیٰ ذِکر کماون ہُو
میں قربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جہڑے ہِک نگاہ جگادن ہُو
۴۱

شرح ۔ فرماتے ہیں جن لوگوں نے عشقِ حقیقی پایا ہے وُہ ذکر کے وقت مُنہ سے نہیں بولتے ۔ اور زبان تک نہیں ہلاتے بلکہ وُہ پاسِ انفاس کے ذریعے اپنے ہر سانس اور دم پر قید لگا کر ذکرِ دوام کا درجہ حاصل کرتے ہیں ۔ ذکرِ قلبی، رُوحی، سِرّی، خفی، اخفیٰ تمام لطائف سے ذکر کرتے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں میں اُن لوگوں کے قربان جاؤں، جو ایک ہی نگاہ سے طالب کے اندر تمام لطائف کو زندہ اور بیدار کرتے ہیں۔

جیندے کی جانن سار مویاں دی ایہہ تاں اوہ جانے جو مردا ہُو
قبراں دے وِچ اَن نہ پانی اوتھے خرچ لوڑیندا گھر دا ہُو
اِک وچھوڑا ماں پیو بھائیاں دُوجا عذاب قبر دا ہُو
واہ نصیب اُنہاں دے (حضرت باہُوؒ) جہڑا وِچ حیاتی مردا ہُو
۴۲

شرح ۔ فرماتے ہیں۔ زندہ لوگوں کو مرے ہُوئے لوگوں کی کیا خبر ہے مرے ہوؤں کی خبر تو وُہ جانتے ہیں جو خود مر جاتے ہیں۔ قبروں میں کھانا پینا نہیں ہے ۔ وہاں اپنے گھر کی یعنی اپنے اندر اور سینے کی غذا اور خوراک کام آتی ہے ۔ موت کے بعد متوفی مرنے والے کے لئے ایک تو اپنے ماں باپ بھائیوں بہنوں خویشوں کی جُدائی کا غم اور عذاب ستاتا ہے دوم اُسے عذابِ قبر جلاتا ہے ۔ آخر فرماتے ہیں خوش نصیب ہیں وُہ لوگ جو زندگی میں مادّی موت سے پہلے بطور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا معنوی موت مر جاتے ہیں۔ اور مادی موت

کے جُملہ عذابوں سے نجات پالیتے ہیں۔

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ہُو
سُنیا سخن گیاں کُھل اکھیں اساں چِت مولےٰ وَل لایا ہُو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ہُو
مرن تھیں مر گئے اگے (حضرت باہُوؒ) اساں تاں مطلب پایا ہُو
۴۳

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ ہم کو اپنے مُرشدِ ازلی حضرت محمد رسُول اللہ صلعم نے یہ سبق پڑھایا ہے ۔ انسان کا جو دم اور سانس یادِ الٰہی کے بغیر غفلت میں نکلتا ہے اُس دم میں وُہ کافر ہوتا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے ۔ اِذَا ذَکَرْتَنِیْ شَکَرْتَنِیْ وَاِذَا نَسِیْتَنِیْ کَفَرْتَنِیْ یعنی جس دم تو نے مجھے یاد کیا تو گویا تو نے میرا شکر ادا کیا اور جس دم تو نے مجھے بُھلا دیا تو تُو نے میرے ساتھ کفر کیا یعنی میری کفرانِ نعمت کی ۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت سے اپنے مربّی کا یہ سخن اور بات سُنی ۔ ہماری غفلت کی آنکھیں کُھل گئیں ۔ اور ہم نے یادِ الٰہی میں اپنا رُخ اپنے مولےٰ کی طرف پھیر لیا ہم نے اِس امر کی تعمیل میں اتنی سعی بلیغ کی کہ ہم نے اپنی جان تک اِس امر کے لئے وقف کر ڈالی ۔ آخر میں حضورؒ فرماتے ہیں ۔ جب ہم نے ذِکر کو کمال تک پہنچایا اور ذِکر سے مرتبۂ فنا تک پہنچ کر مرنے سے پہلے مر گئے تب ہم نے اپنا مطلب اور مُراد حاصل کیا ۔ اور اپنے منزلِ مقصُود تک صحیح سلامت پہنچ گئے۔

جے جیوندیاں مر رہنا ہووے تاں ویس فقیراں پائیے ہُو
جو کوئی سُٹّے گُدڑ کُوڑا وانگ اروڑی رہیئے ہُو
جو کوئی کڈّھے گالی مندے اس نوں جی جی کریئے ہُو
گلہ الاہنا بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیئے ہُو
۴۴

قادر دے ہتھ ڈور اساڈی (حضرت باہوؒ) جیویں رکھے سو رہیئے ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ فقر کا لباس وُہ شخص پہنے جو مرنے سے پہلے مر جائے۔ یعنی اپنی خودی اور نفسانیت کو مٹا کر رکھ دے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اُس پر کوڑا کرکٹ اور گندگی اُچھالے اور ڈالے تو وُہ اروڑی کی طرح اُسے خوشی سے برداشت کرے اور بُرا نہ مانے۔ اور اگر کوئی شخص گالی گلوچ نکالے تو اس کے جواب میں جی جی کہے۔ ہر قسم کا گلہ شکایت، ملامت اپنے مولے کی خاطر سہتا رہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں۔ ہماری ڈور اور باگ مولے قادر کے ہاتھ میں ہے۔ وُہ ہمیں جس طرح رکھنا چاہے اسی طرح رہنا چاہیئے۔

جے رب نہاتیاں دھوتیاں مِلدا تاں مِلدا ڈڈواں مچھیاں ہُو
جے رب مِلدا موں منایاں تے مِلدا بھیڈاں سسّیاں ہُو
۴۵
جے رب جتیاں ستیاں مِلدا تاں مِلدا ڈاندا خصیّاں ہُو
رب اُنہاں نوں مِلدا (حضرت باہوؒ) نیتاں جنہاں دیاں اچھیاں ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ بہت طالب، مولے کے مِلنے کے لئے اکثر ریاکارانہ عمل کرتے ہیں یعنی بعض ہر وقت وضو غسل کرتے اور کپڑے دھوتے نظر آتے ہیں۔ اگر اِن باتوں سے مولے مِلتا تو مینڈک اور مچھلیاں واصل باللہ ہو جاتیں جو ہر وقت پانی میں رہتی ہیں بعض سر داڑھی وغیرہ تمام بال منڈوا کر قلندری دعوے کرتے ہیں۔ اگر محض بال منڈانے سے رب مِلتا۔ تو بھیڑ بکریوں کو رب مِل جاتا۔ بعض لوگ تمام عمر جتی ستی یعنی مجرّد رہ کر فقیری اور درویشی کا دعوے کرتے ہیں۔ اگر یہ بات کمال میں داخل ہوتی تو خصّی بیل صاحبِ کمال ہوتے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ مولے کا وصل اُن کو مِلتا ہے جن کی نیّت صاف ہو۔ اور اللہ تعالےٰ

کی عبادت میں غیر اغراض کو شامل نہ کرے۔ قولہٗ تعالیٰ وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا

ردیف چ

چڑھ چنّاں توں کر روشنائی تے ذِکر کریندے تارے ہُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے لعلاں دے ونجارے ہُو
۴۶
شالا مُسافر کوئی نہ تھیوے ککھ جنہاں توں بھارے ہُو
تاڑی مار اُڈا ؤ نہ سانوں (حضرت باہوؒ) اسیں آپے اُڈن ہارے ہُو

شرح۔ اِس بیت میں حضورؒ اپنے طلب کے زمانے کا نقشہ کھینچتے ہیں کہ آپ اللہ کی طلب اور مُرشد کی تلاش میں شہر بشہر اور دِہ بدہ تیس ۳۰ سال کے طویل عرصے میں پھرتے رہے ہیں۔ اِس بے یار و مددگار اور بے کسی اور غربت کی حالت میں جب کہ طالب کا کوئی ساتھی اور رفیق نہیں ہوتا۔ رات کے اندھیرے اور تنہائی میں حضورؒ محض چاند اور ستاروں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ اَے چاند تُو روشنائی کرتا رہ اور تیرے ساتھ ستارے ذِکر کرتے جائیں۔ ہم لعل و گوہر کے خریدار بے کسوں اور بے چاروں کو گلیوں اور کُوچوں کی خاک چھاننی نصیب میں لکھی ہُوئی ہے۔ پھر مُسافروں کی زبُون حالت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کسی کو مُسافر نہ کرے۔ کہ جن کو تنکے اُٹھانے بھی بھاری ہوتے ہیں۔ لیکن اِن بے چاروں کو بڑے بھاری بوجھ مجبوراً اُٹھانے پڑتے ہیں۔ پھر لوگوں سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے لوگو! ہم آپ کے شہر میں کوئی رہنے سہنے اور دِن گزارنے نہیں آئے ہم تو لعل و گوہر کی دکان تلاش کرنے اور اپنی متاع خریدنے آئے ہیں۔ ہم تو جنگلی پرندوں کی طرح ایک لحظہ ستانے کے لئے تمہارے شہر آئے ہیں۔ ہمیں تاڑی مار کر اُڑانے اور جھڑک کر نکالنے کی کیا

ضرورت ہے ہم خود یہاں سے اُڑ کر نکلنے کو تیار بیٹھے ہیں آپؒ نے یہ بیت اپنے ابتدائی طلب کے زمانے میں اپنی محبّت اور اشتیاق کے اظہار میں فرمائے ہیں۔ اور آپؒ کا دیوانِ باہُوؒ بھی اسی زمانے کی تصنیف معلوم ہوتا ہے لیکن آپؒ نے اپنے سلوک اور معرفت میں جو فارسی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں وُہ جملہ منازلِ سلوک اور معرفت طے کرنے اور اللہ تعالےٰ سے واصل ہونے کے بعد لکھی ہیں۔

چڑھ چنّاں توں کر روشنائی تارے ذِکر کرین بہتیرا ہُو
تیرے جیاں چن کئی سے چڑھدے سانوں سجناں باجھ اندھیرا ہُو
۴۷ جتھے چن اساڈا چڑھدا اوتھے قدر نہیں کجھ تیرا ہُو
جِس دے کارن اسیں جنم گوایا (حضرت باہُوؒ) یار مِلے اِک پھیرا ہُو

شرح۔ یہ بیت بھی سابق بیت کی طرح ہے۔ چاند اور ستاروں کو مخاطب کر کے یاد فرماتے ہیں کہ اے چاند تو چڑھ اور دُنیا کو روشن کرتا جا اور اے تارو تم بھی جھلملا کر ذِکر کرتے رہو اور روشنی پھیلاتے رہو۔ ہم تو تم جیسے چاند بہتیرے چڑھتے اور روشنی پھیلاتے دیکھ چکے ہیں جن کی روشنی سے ہم نے کوئی فائدہ اُٹھایا اور نہ کوئی لطف آیا ہے کیونکہ ہم تو اپنے اصلی چاند یعنی محبُوبِ حقیقی کی تلاش میں ہیں۔ اور بطور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ تمام ظاہری اور باطنی عالموں کو روشن کیے ہوئے ہے۔ ہمیں تو اُس چاند کے بغیر ہر جگہ اندھیر نظر آتا ہے۔ اِس حقیقی چاند کے مقابلے میں ہمارے نزدیک تیری اے چاند کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جس چاند یعنی محبُوبِ حقیقی کے پیچھے ہم نے اپنا جنم گنوایا ہے اور جس کی طلب میں ہم نے اپنی زندگی وقف کی ہے۔ اگر وُہ یار ہم کو ایک دفعہ مِل جائے تو بس کافی ہے۔

ردیف خ

خام کی جانن سار فقر دی جہڑے محرم ناہیں دِل دے ہُو
آب مٹی تھیں پیدا ہوئے خامی بھانڈے گِل دے ہُو
۴۸ لعل جواہراں دی قدر کی جانن جو ہیں سوداگر مِل دے ہُو
اِیمان سلامت سوئی لے ویسن (حضرت باہُوؒ) جہڑے سِنج فقیراں نوں مِلدے ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ خام اور کچّے نفسانی لوگوں کو اصلی فقیروں کی قدر اور حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ جو محض گوشت اور ہڈیوں کے خام ڈھانچے ہیں۔ اور دِل کی زِندگی سے بے بہرہ اور محرُوم ہیں۔ وُہ اصلی اور کامل و ناقص فقیروں کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔ جو خالی شیشوں اور کانچ کے ٹکڑوں کے خریدار ہوں۔ اُنہیں لعل اور جواہرات کی کیا قدر معلوم ہے۔ اِیمان سلامت وُہی لوگ دُنیا سے لے جائیں گے۔ جو کامل فقیروں کو جا کر ملتے ہیں۔

ردیف د

دردمنداں دا خون جو پیندا برہوں باز مریلا ہُو
چھاتی دے وِچ لائیس ڈیرا جیویں شیر بَل باندا بیلا ہُو
۴۹ ہاتھی مست سندورے وانگوں کردا اپیلا پیلا ہُو
اِس پیلے دا وسواس نہ کیجئے (حضرت باہُوؒ) پیلے باجھ نہ ہوندا میلا ہُو

شرح - یہاں برہوں یعنی عشق کو باز، شیر اور ہاتھی جیسے زبردست اور خونخوار جانوروں سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ برہوں یعنی عشق کا مریلا اور خونخوار باز دردمند دل کے دل کا خون چوستا رہتا ہے۔ عاشق دردمند کے سینے میں اِس طرح تسلط جما لیتا ہے جس طرح شیر اپنے جنگل کے بیلے میں بیٹھ کر تمام جانوروں کو وہاں سے بھگا کر نکال دیتا ہے یا مست ہاتھی کی طرح پیلا پیلا کرتا چلا جاتا ہے۔ اور جو بھی اُس کے آگے آتا ہے اُسے اپنے پاؤں کے نیچے روندتا اور کچلتا چلا جاتا ہے۔ لیکن عشق کے اِس مست رفتار اور خونخوار کردار کا وسواس اور اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اِس جنون اور دیوانگی سے خوف نہیں کھانا چاہیئے۔ اِس کے بغیر محبوبِ حقیقی سے میلا اور وصل حاصل نہیں ہوتا۔

۵۰

دُودھ تے دہی ہر کوئی رِڑکے عاشق بھاہ رِڑکیندے ہُو
تن چٹورا من مندھانی آہیں نال ھلیندے ہُو
دُکھاں دا نیترا کڈھے لسکارے غماں دا پانی پیندے ہُو
نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) جہڑے ہڈاں توں مکھن کڈھیندے ہُو

شرح - فرماتے ہیں کہ لوگ دُودھ دہی بلوتے ہیں اور اس سے مکھن نکالتے ہیں لیکن عاشق لوگ سینے کو چٹورا اور دِل کو مندھانی بنا کر آگ بلوتے ہیں۔ اور اپنی ہڈیوں سے معرفت کا مکھن نکالتے ہیں۔

۵۱

دِل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانڑے ہُو
وِچ ہِن بیڑے وِچ ہِن جھیڑے وِچ ہِن ملاح مہانڑے ہُو
چوداں طبق دِلے دے اندر جتھاں عشق تنبو وانگ تانڑے ہُو
فاضل ست فضیلت بیٹھے (حضرت باہُوؒ) جداں دِل لگا ٹھکانڑے ہُو

شرح - اِس بیت میں دِل کی وُسعت اور عظمت بیان کی گئی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ یعنی مومن کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور قلب کو قلزمِ توحید کہا گیا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں زمینوں اور آسمانوں میں نہیں سما سکتا لیکن مومن بندے کے دِل میں سما جاتا ہوں۔ مذکورہ بالا بیت اِن احادیث کا ترجمہ ہے یعنی مومن کا دل دریا اور سمندر سے زیادہ وسیع اور گہرا ہے۔ دِلوں کی حقیقت کو کون جانے دِل کے دریا اور سمندر میں برابر کشتیاں اور جہاز ہیں جنہیں ملاح اور کشتی بان چلاتے ہیں۔ چودہ طبق دِل کے اندر ہیں۔ اور اِسی دِل کے اندر اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں اور محبوں کے لئے خیمۂ خلوت لگاتا ہے۔ جب دِل کی اصلیت اور حقیقت عالموں پر واضح ہو جاتی ہے تو اس کی طلب میں ظاہری علم اور فضل کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔

۵۲

دِل ولے وِچ جو دِل آکھن سو دِل دُور دلیلوں ہُو
دِل دا دور اگوہاں کیجے کثرت کول قلیلوں ہُو
قلب کمال جمالوں جسموں جوہر جا جلیلوں ہُو
قبلہ قلب منور ہویا (حضرت باہُوؒ) خلوت خاص خلیلوں ہُو

شرح - فرماتے ہیں کہ اِس گوشت کے لوتھڑے دِل کے اندر جو نوری لطیف دِل ہے وُہ دِل دلیلوں اور قیاسات کے دائرے سے دُور ہے وُہ غیر مخلوق نور کا لطیفہ ہے جسے مادی عقل نہیں سمجھ سکتی۔ دِل کا دَور کثرت اور قلیل یعنی ناپ اور تول سے بالاتر ہے قلب یعنی دِل جسموں کے جمال اور کمال کا جوہر ہے۔ اور ربِّ جلیل کا ٹھکانہ اور جائے نزول ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ قلب کا قبلہ جب منوّر ہو جاتا ہے تو وُہ حضرت ابراہیمِ خلیل کی طرح اللہ تعالیٰ کے ہر دوست کے لئے خاص خلوت گاہ بن جاتا ہے۔

جیسا کہ مولانا رُوم صاحبؒ فرماتے ہیں :-

دِل بدست آور کہ حج اکبر است — از ہزاراں کعبہ یک دِل بہتر است

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر است — دِل گذر گاہِ جلیلِ اکبر است

دِل کعبہ اعظم است بکن خالی از بتاں — بیت المقدس است مکن جائے بتگراں

دین تے دُنیا دو ہیں بھیناں تینوں عقل نہیں سمجھیندا ہُو

دو ہیں وچ نکاح ہکے دے تینوں شرع نہیں فرمیندا ہُو

۵۳ اگ تے پانی تھاں ہکے وچ واسا نہیں کریندا ہُو

دوہیں جہان اُنہاندے مُٹھے (حضرت باہُوؒ) جہاں دعوٰے کیتا ہیں دا ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں۔ کہ دین اُور دُنیا گویا دو بہنوں کی طرح ہیں جو یکجا ایک آدمی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ یا آگ اُور پانی کی مثال رکھتے ہیں کہ ایک برتن میں نہیں رکھے جا سکتے سو جو شخص دُنیا دار ہو گا۔ وُہ دیندار کبھی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص یہ دعوٰے کرے کہ دین اُور دُنیا مجھ پر عطا ہوئے ہیں۔ اس کا دعوٰے سراسر غلط ہے۔ جیسا مولانا رُوم صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ہم خُدا خواہی وہم دُنیائے دُوں — ایں خیال است و محال است و جنوں

آخر میں فرماتے ہیں کہ وُہ لوگ دونوں جہان میں خراب ہو گئے جنہوں نے فرعون ہامان کی طرح دُنیا پر فخر کیا۔ اُور دُنیا کمانے کو زندگی کا مقصد اُور غرض وغایت تصوّر کیا۔

دُنیا گھر مُنافق دے یا گھر کافر دے سوہندی ہُو

نقش نگار کرے بہتیرے جیویں زن خوباں دی ہوندی ہُو

۵۴ بجلی وانگوں کرے لسکارے سر دے اُتے جھوندی ہُو

حضرت عیسیٰؑ دے سلاں وانگوں (حضرت باہُوؒ) ایہہ دیندیاں نوں کوہندی ہُو

شرح۔ حضورؒ نے اپنی کتابوں میں دُنیا کی بہت مذمت فرمائی ہے۔ اُور بات بھی صحیح ہے کہ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ اُور اصل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ یعنی دُنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر ہے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی مذمت فرمائی۔ اُور بہت احادیث میں دُنیا کی مذمت اُور برائی بیان کی گئی ہے۔ سو آپؒ فرماتے ہیں کہ دُنیا کا فریا منافق آدمی کے گھر ٹھیک جچتی ہے اُور پھلتی پھولتی ہے اُور طرح طرح کے زیب اُور آرائش سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے دکھاتی ہے۔ بجلی کی طرح سر پر کوندتی ہے اُور دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ اُور اندھا کر دیتی ہے۔ اگرچہ اس کی رُوشنی اُور چمک ایک لمحہ کے لئے ناپائیدار ہوتی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ دُنیا خونخوار اُور قتال ہے جہاں جاتی ہے۔ قتل اُور خونریزی مچا دیتی ہے دُنیا کے لئے باپ بیٹے کو اُور بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو قتل کر دیتا ہے۔ دُنیا میں جس قدر ظلم وستم ہوئے ہیں یا ہوتے رہیں گے۔ سب کا باعث اُور مُوجب محبت دُنیا ہے۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السّلام کے سونے کی اینٹوں کی طرح یہ راستہ جانے والے مسافروں کو قتل کر دیتی ہے جیسے کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی نسبت ایک قصّہ مشہور ہے کہ تین آدمیوں نے جنگل میں تین سونے کی اینٹیں پائیں۔ ان میں سے ایک کو بازار سے روٹی لانے کو بھیجا۔ باقی دو نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہو نہ ہو ہم دو ہیں وُہ ایک ہے جب وُہ واپس آئے تو اُس کو مار ڈالیں گے۔ اس کے سونے کی ایک اینٹ بھی ہم تقسیم کر لیں گے۔ روٹی لانے والے نے دل میں سوچا کہ ان دو آدمیوں کی روٹی میں زہر ملا دوں گا۔ یہ دونوں زہر سے مر جائیں گے تو تینوں اینٹیں میرے حصّہ میں آجائیں گی چنانچہ اس نے ان کی روٹی میں زہر ملا دی۔ جب واپس آیا۔ تو انہوں نے آتے ہی اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُور روٹی کھانے لگ گئے۔ جب روٹی کھالی۔ تو وُہ وہیں مر گئے۔ تینوں کی لاشیں اُور سونے کی اینٹیں وہیں پڑی رہ گئیں۔ یہ قصّہ کافی طویل اُور عبرتناک ہے۔ یہاں مختصر طور پر لکھ دیا گیا ہے۔ غرض آئے دِن دُنیا کے یہی کرتوت اُور فساد ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس کے شر سے بچائے۔

دِل تے دفتر وحدت والا دائم کریں مُطالعہ ہُو
ساری عُمر پڑھدیاں گزری وِچ جہل دے جالیا ہُو
اِکو اِسم اللہ دا دیکھیں ایہو سبق کمالیا ہُو
دوہیں جہان غلام اُنہاں دے (حضرت باہُوؒ) جیں دِل اللہ سنبھالیا ہُو

۵۵

شرح ۔ اِس بیت میں ظاہری اَور باطنی عِلموں کا مقابلہ کیا گیا ہے ۔ اَور طالبوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اَلْعِلْمُ نُکْتَۃٌ وَّکَثَّرَہَا الْجُہَّال ۔ یعنی اصل علم ایک نکتہ اَور حرف ہے ۔ یعنی اِسم اللہ کا عِلم اَور معرفت کا عِلم ہے ۔ اَور باقی عِلم کی کثرت جاہلوں کے لئے ہے ۔ حضرت بُلھے شاہؒ فرماتے ہیں :۔

عِلموں بس کریں او ئے یار   اِکو حرف تیرے درکار

جس نے اللہ کو پہچان لیا ۔ سارا عِلم اس کے سینے میں سما گیا ۔ غرض عِلمِ روایت اَور عِلمِ ہدایت اَور عِلمِ اقرار الگ ہے ۔ اَور عِلمِ تصدیق الگ ، عِلمِ جُز اَور عقلِ جزی علیحدہ ہے اَور عِلمِ کُل اَور عقلِ کُل علیحدہ ہے ۔ عِلمِ زبانی اَور عِلمِ ربانی اَور ہے جیسا کہ سُورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ خِضر علیہ السّلام کے حق میں فرماتے ہیں کہ عَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا یعنی ہم نے اس کو اپنی طرف سے عِلم سِکھایا تھا ۔ اِس بیت میں عِلمِ ظاہری اَور باطنی کا فرق اَور اِمتیاز بتایا گیا ہے ۔

دردمنداں دیاں دُکھ دے دھوئیں بن مردوں کوئی نہ سیکے ہُو
انہاں دھواندے تا تھیرے محرم ہووے تاں سیکے ہُو
دھر و شمشیر کھڑا ہے سر تے ترس پوس تاں ہٹکے ہُو
سر پر پیا ہووے جانا ہی کُڑیئے (حضرت باہُوؒ) ایتھے رہن نہ دیندے پیکے ہُو

۵۶

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کے دردمند دلوں کی آگ سے جو دھواں سانس کی راہ منہ سے نکلتا ہے ۔ اُسے وُہی دِل اخذ اَور برداشت کرتا ہے جو عشق کے درد سے دردمند اَور محرمِ راز ہو ۔ نفسانی مُردہ دل لوگ اِس سے بالکل بے خبر ہیں ۔ اِس عِشق کے درد کی ادنےٰ مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی جلاّد گردن اُڑانے کے لئے تلوار نکالے ہوئے سر پر کھڑا ہو ۔ اَور عشق کی یہ تلوار ہر وقت عاشق کے سر پر لٹکتی رہتی ہے ۔ حتیٰ کہ معشوق کو ترس آئے ۔ اَور عاشق کو اپنے وصل سے بہرہ ور کرے ۔ اَور اِس ہجر اَور فراق کی تلوار کو نیام میں ڈالے ۔ آخر میں فرماتے ہیں ہر عاشق کو دُلہن کی طرح اپنے دُولھا محبُوبِ حقیقی اَور اپنے مولےٰ کے حضور میں جانا ضروری ہے ۔ ساہورے یعنی خسر اَور خاوند کے گھر سے مراد دارِ آخرت میں اپنے مولےٰ کے پیش ہونا اَور پیکے یعنی ماں باپ کے گھر سے مُراد دُنیا کا گھر ہے ۔

دُنیا ڈھونڈھن والے کُتّے در در پھرن حیرانی ہُو
ہڈی اُتے ہووے تہاں دی لڑدیاں عُمر وہانی ہُو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن پیون لوڑن پانی ہُو
باہجوں ذِکر ربّے دے (حضرت باہُوؒ) کُوڑی رام کہانی ہُو

۵۷

شرح ۔ فرماتے ہیں کہ دُنیا کے طالب کُتّے کی طرح ہیں ۔ جو ہڈی کی طلب میں در در حیران اَور پریشان ہو کر پھرتے ہیں ۔ اَور ہڈی پر جہاں ان کی مٹھ بھیڑ ہو جاتی ہے تو ایک دُوسرے سے جھگڑتے ہیں ۔ اَور ایک دُوسرے کو کاٹتے ہیں اَور نوچتے ہیں آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا داروں کی تمام عُمر لڑتے جھگڑتے گزر جاتی ہے ۔ دُنیا کی مثال کھارے پانی کی طرح ہے ۔ اَور دُنیا کا طالب نادان مُستسقی کی طرح ہے کہ جتنا زیادہ پیتا ہے اِتنا زیادہ پیاسا ہوتا ہے ۔ اَور اس کی پیاس بڑھتی جاتی ہے کبھی بجھنے میں نہیں آتی ۔ اَور اس کے تشنہ مستسقی دِل کو کبھی اِطمینان نصیب نہیں ہوتا ۔ آخر میں اِس کا علاج فرماتے ہیں کہ ہاں

اِس کا علاج اپنے رب کا ذکر ہے جس سے بطورِ ارشادِ ربانی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ اس کے بغیر سب لام کہانی اور تضیعِ اوقات اور محض خاک رانی ہے۔ اللہ بس ماسوا اللہ ہوس۔

درد اندر دا اندر ساڈے باہر کراں تاں گھائل ہُو
حال اساڈا کیونکر جانن جو دُنیا اتے مائل ہُو
۵۸ بحر سمندر عشقے والا ہر دم رہندا حائل ہُو
پہنچ حضور آسان نہ (حضرت باہُوؒ) رہ نام اوسے دا سائل ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ عشق کا جو درد ہمارے اندر ہے اگر اُسے ظاہر کر دیں تو ایک دُنیا گھائل ہو جائے گی۔ نفسانی لوگ جو دُنیا پر مائل ہوں وُہ ہمارا حال کیا جانیں عشق کا بحر سمندر ہمارے دِلوں میں ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا ہے جیسا کہ خواجہ حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں

شب تاریک بیم موج و گردابے چنیں حائل کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا

آخر میں فرماتے ہیں کہ حضور پہنچنا آسان کام نہیں ہے بہر دست اس کے نام کا سائل رہو۔

ردیف ذ

ذاتی نال نہ ذاتی رلیا سو کذّاب سڈیوے ہُو
نفس کُتے نوں بنھ کراہاں چا قیما قیم کچھیوے ہُو
۵۹ ذات صفاتوں مُنہ نہ موڑے جدوں ذاتی شوق نہ پیوے ہُو
تے نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) قبر جنہاں دی جیوے ہُو

شرح۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے نوری ذات کے ساتھ اپنی ذات یعنی وجود کو نہ ملایا یعنی اس میں فنا حاصل کر کے بقا حاصل نہ کی۔ سو اُسے صادق عاشق نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اُسے کذّاب جھوٹے کے نام سے پکارا جاتا ہے سو طالب کو چاہیئے کہ پہلے نفسِ امّارہ کے کُتے کو مار کر اس کا قیما کر ڈالے۔ اور اپنی ذات صفات اور نفسانیت سے طالب منہ ہرگز نہیں موڑ سکتا جب تک ذاتی شوق کا پیالہ نہ پیوے۔ یعنی جب تک طالب ذاتی شراب شوق سے مست نہ ہو جائے۔ طالب ہرگز دُنیا اور نفس کے مادی لذّات اور مفادات کو ترک نہیں کر سکتا۔

تا مست نہ گردی نہ کشی بارِ غمِ عشق
آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

آخر میں فرماتے ہیں کہ فقیر وُہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نور سے بقا حاصل کر کے اس کے ساتھ زندہ جاوید ہو جائے۔ اور موت کے بعد اس کی قبر بھی زندہ رہے۔

ذِکر فکر سب اورے اُریرے جاں جاں فدا نہ فانی ہُو
فِدا فانی تنہاں نوں حاصل جہڑے وسدے لا مکانی ہُو
۶۰ فِدا فانی اوئی ہوئے جنہاں چکھی عشق دی کانی ہُو
دوہیں جہان تنہاں دے مُٹھے (حضرت باہُوؒ) جنہاں یار نہ ملیا جانی ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ جب تک طالب محبوبِ حقیقی پر اپنی جان کو فدا کر کے اپنے آپ سے فانی نہ ہو جائے۔ ذکر فکر وغیرہ بہت ادنیٰ مرتبہ کی چیزیں ہیں۔ اور فدا فانی ہو جانے کی یہ علامت ہے کہ طالب اپنی اور غیر کی ہستی اور تمام مادی اور ماسویٰ حجابوں سے گزر کر لامکان میں پہنچ جائے۔ اور فدا فانی ہو کر لامکان میں وہی طالب پہنچ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذاتی عشق اور محبت کے تیر سے زخمی ہو جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو محبوبِ حقیقی نہ ملا۔ اور

اس سے واصل نہ ہوئے۔ اِن کے دونوں جہان برباد ہو گئے اور اُن کی زندگی ضائع ہو گئی

ذکر کنوں کر فکر ہمیشہ اے لفظ تکھا تلواروں ہُو

کڈھن آہیں تے جان جلاون فکر کرن اسراروں ہُو

۶۱ فکر دا پھٹیا کوئی نہ جیوے جاں پُٹے مُڈھ پاروں ہُو

حق دا کلمہ آکھیاں (حضرت باہُوؒ) جند رکھے نہ فکر دی ماروں ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ ذکر سے فکر زیادہ کر۔ کیونکہ فکر کا لفظ تلوار سے تیز تر ہے بغیر فکر ذکر بیکار ہے۔ جیسا کہ آیا ہے۔ اَلذِّکْرُ بِلَا فِکْرٍ کَصَوْتِ الْحِمَارِ۔ یعنی ذکر بغیر فکر کے گدھے کی آواز کی طرح ہے۔

برزباں اللہ و در دل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

بعض لوگ زور سے ذکرِ جہر کرتے ہیں۔ اور اِلّا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ یہ ذکر خواہ کتنا ہی گلا پھاڑ پھاڑ اور شانے اور سر ہلا ہلا کر کیا جائے جب تک اِس ذکر کے ساتھ فکر شامل نہ ہو۔ اِس ذکر کا دِل میں کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ذکر آہستہ دل میں کیا جاوے لیکن اِس کے ساتھ اِس ذکر کا فکر شامل ہو تو یہ فکر نفس اور شیطان کو تلوار کی طرح کاٹتا اور قتل کرتا ہے۔ ایسے ذاکر جب اسم اللہ ذات کے تصور اور اسرارِ الٰہی کے فکر سے جان جلاتے اور آہیں نکالتے ہیں۔ خواہ زبان سے کچھ نہ بولیں نفس اور شیطان کو جلا کر راکھ سیاہ کر دیتے ہیں۔ ایسے فکر کی تلوار نفس کی جڑ اور مغز کے آر پار گزر جاتی ہے اور اِس فکر کا زخمی کوئی بچ نہیں سکتا۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ طالب ایسے فکر فنا نفس سے ہرگز نہ ڈرے۔ اور اس سے جان نہ چرائے۔ کیونکہ اسی میں اس کے دل کی زندگی اور حیات و بقا ہے۔

ردیف س

راہ فقر دا پرے پریرے اوڑک کوئی نہ ڈِسّے ہُو

نہ اوتھے علم نہ پڑھن پڑھاون نہ اوتھے مسلے قصّے ہُو

۶۲ اے دُنیا ہے بُت پرستی مت کوئی اس تے وِسّے ہُو

موت فقیری جیں سر آوے (حضرت باہُوؒ) معلم ہوئے تِسّے ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ فقر کے منازل اور مراتب بے حد اور بے حساب ہیں۔ اِس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ وہاں علم ہے۔ اور نہ پڑھنا پڑھانا ہے۔ اور نہ مسلے اور قصّے ہیں۔ دُنیا میں مشغولی گویا عین بُت پرستی ہے۔ اِس پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ فقیری زندگی میں معنوی موت ہے جس پر یہ موت وارد ہوتی ہے وہی سمجھتا ہے۔

راتیں رتی نیند نہ آوے دِہاں رہے حیرانی ہُو

عارف دی گل عارف جانے کیا جانے نفسانی ہُو

۶۳ کر عبادت کجھ حاصل ہوئے تیری ضائع گئی جوانی ہُو

حق حضور انہاں نوں حاصل (حضرت باہُوؒ) جنہاں ملیا پیر جیلانیؓ ہُو

شرح۔ جو لوگ اِسم اللہ ذات کمانے والے ہیں اِنہیں نہ رات کو نیند ہے نہ دن کو چین ہے۔ ہر وقت سلوک میں نئی منزل نیا مقام ہے۔ عارف کا حال عارف جانتا ہے نفسانی بیچارہ کیا جانے۔ پھر بطور نصیحت نو عمر طالبوں کو فرماتے ہیں۔ کہ اے طالب! اللہ تعالےٰ

کی عبادت میں مشغول اَور مصرُوف ہو۔ تیری جوانی ضائع جا رہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ اَور نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا حضور ان طالبانِ الٰہی کو حاصل ہوتے ہیں۔ جن کو حضرت پیر محبُوبِ سُبحانی قُطبِ ربّانی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ العزیز کا توسّل حاصل ہو جائے۔ اَور قادری طریق میں منسلک ہو جائے دُوسرے طریقے والوں کو نہ اِن باتوں پر یقین ہے اَور نہ ان کو اِس طرف آنے کا راستہ مِلتا ہے میں نے دُوسرے طریقوں کے بڑے بڑے مشائخین سے اِس بارے میں گفتگو کی ہے کہ آیا آپ کے سلوک میں کوئی ایسی منزل بھی ہے کہ طالب اِسی دُنیا میں اللہ تعالےٰ کے مشاہدے اَور دیدار سے مشرّف ہوتا ہے۔ یا بزمِ نبویؐ میں داخِل ہو کر ہمیشہ حضوری میں حاضر رہے اَور باطن میں تعلیم و تلقین حاصل کرتا ہے۔ تو انہوں نے اِن ہر دو مقامات کا صاف طور پر انکار کر دیا۔ اَور نیز اُن کے سلوک کی کتابیں بھی اِن باتوں سے خالی اَور عاری ہیں۔ سو سلوک کے یہ ہر دو اعلیٰ اَور انتہائی مقامات طالبانِ قادری کو حاصِل ہوتے ہیں۔

راتی نین رت ہنجوں رووَن تے ڈہاں غمزہ غم دا ہُوْ
پڑھ توحید وڑیا تن اندر سُکھ آرام نہ سمدا ہُوْ
۶۴ سر سُولی تے چاڑھن گیوے ایہا راز پرم دا ہُوْ
سدھا عشق وِچ ہو رہیوے (حضرت باہُوؒ) قطرہ رہنے نہ غم دا ہُوْ

شرح۔ ابیات نمبر ۲، اَور نمبر ۳ کا مضمون ایک ہے۔ حضورؒ زمانۂ طلب میں فرما گئے ہیں کہ محبُوبِ حقیقی کے اِشتیاق اَور محبت میں ہماری آنکھیں رات کو آنسو کے بجائے خوُن روتی ہیں۔ اَور دن کو یار کے غم سے غمزدہ رہتے ہیں۔ جب سے اِسم اللہ ذات کے تصوّر سے نورِ توحید ہمارے تن کے اندر داخل ہوا ہے تب سے نہ چین ہے نہ آرام ہے۔ پرم یعنی عشق کا راز اَور انجام یہ ہے کہ عاشق کو گویا سُولی پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ اَے باہُوؒ کیوں محبُوب اَور معشوق کے ہاتھ سے قتل اَور ذبح نہ ہو جائے۔ کہ باقی ذرّہ بھر زندگیِ مستعار کا غم نہ رہے۔ اَور اپنا خُون محبُوب کے ذِمّے رہ جائے۔

رات اندھیری کالی دے وِچ عشق چراغ جلیندا ہُوْ
جیندی سِک کنوں دِل نیوے توڑے نہیں آواز سُنیندا ہُوْ
۶۵ اوجھڑ جھل تے مارُو بیلے اوتھے دم دم خوف شہیندا ہُوْ
تھل چھل جنگل گئے جھگیندے (حضرت باہُوؒ) کامل نینہہ جہیندا ہُوْ

شرح۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سُلوک اَور طریقت کا نادیدہ اَور ناشنیدہ پُرخار و خطر راستے کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک بڑا مہیب دُور دراز گھنا جنگل درپیش ہو جس میں جنگلی خونخوار درندے اَور جانور بکثرت ہوں۔ اَور اِس میں کامل سکوت اَور گھُپ اندھیرا چھایا ہوا ہو۔ اَیسے سلوک اَور طریقت کے جنگل کو طے کرنے کے لئے طالب کے سینے میں عشق کا مشعل اَور اس کے سر اَور دماغ میں محبّت کا چراغ روشن ہو۔ اگرچہ اِس طریقت کے جنگل میں طالب کے لئے کامل سکوُت اَور ہُوْ کا عالم ہو اَور کوئی آواز سُنائی نہ دے لیکن اِس کے کاروانِ دل کے لئے محبّت کا جرس مُوجبِ اِطمینان ہوتا ہے۔ اگرچہ اس دُور دراز اَور طویل سفر میں کٹھن جھل تھل اَور خطرناک بیلے ہیں۔ جن میں خونخوار درندوں مثلاً شیر وغیرہ کا خوف ہے۔ لیکن طالبِ صادق اَور سچّے عاشق جن کا عِشق کامل ہو وُہ یہ سب تھل جھل اَور جنگل بے خوف و خطر طے کر لیتے ہیں۔ اَور منزلِ مقصود پر پہنچ کر محبُوبِ حقیقی سے واصل ہو جاتے ہیں۔

راتی رتی نیند نہ اُنہاں جہڑے اللہ والے ہُو
باغباں دے بُوٹے وانگوں طالب نت سنبھالے ہُو
نال نظارے رحمت والے کھڑا حضورں پالے ہُو
نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) جو گھر بیٹھے یار دِکھالے ہُو ٦٦

شرح۔ جو اللہ والے کامل فقیر ہوتے ہیں۔ انہیں دن رات طالبوں کی باطنی تربیت اور پرورش اور تعلیم وتلقین سے فرصت نہیں۔ اور وہ رات کو ایک پل آرام سے نہیں سوسکتے ہیں۔ وہ گویا ایک باغبان اور مالی کی طرح ہوتا ہے جو دن رات اپنے باغ کی بوٹیوں کو پانی دیتا اور اُن کی صفائی اور پرورش کرتا ہے۔ ایسا کامل مُرشد محض اپنی باطنی نظر اور توجّہ سے طالبوں کو بے ریاضت دررخ حضورِ نبویؐ میں پہنچاتا ہے اور وہاں سے باطنی تعلیم دلاتا ہے۔ فقیرِ کامل اُسے کہتے ہیں کہ بغیر محنتِ سفر و مشقّتِ ریاضت گھر بیٹھے طالب کو محبوبِ حقیقی سے واصل کردیوے۔

ر، رحمت اُس گھر وِچ وسّے جِتھے بلدے ڈِیوے ہُو
عشق ہوائی چڑھ گیا فلک تے کِتھے جہاز کھتیوے ہُو
عقل فکر دی بیڑی نوں چا پہلے پُور بُوڑیوے ہُو ٦٧
ہر جا جانی دِسّے (حضرت باہُوؒ) جتول نظر کچیوے ہُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ دِل کے اِس گھر پر اللہ تعالٰے کی رحمت کے انوار برستے ہیں۔ جس میں اللہ تعالٰے کے اِسم کے چراغ روشن ہیں۔ اور جو دِل انوارِ اسمِ اللہ ذات سے جگمگاتا ہے۔ اللہ تعالٰے غیر مخلوق ذات ہوائی جہاز کی طرح آسمان پر چڑھ گیا ہے طالب بیچارہ مادّی دُنیا میں اپنی کوشش کا جہاز کہاں لئے پھرے اور اُسے کس طرح ملے اب حضورؒ خود

اِس غیر مخلوق آسمانی محبُوب کو ملنے کا طریق اور راستہ بتاتے ہیں۔ کہ طالب اور سالک کو چاہیئے کہ پہلے مادّی عقل اور دانش کی کشتی کو پہلے پُور میں ڈبو دیوے۔ اور مادی مفاد اور دُنیوی سُود و زیاں کے عقل و خرد کو خیرباد کہہ دیوے۔ تب طالب کے لئے معاملہ ایسا ہو جاتا ہے۔ کہ جس طرف نگاہ دوڑاتا ہے۔ اُسے ہر جگہ محبُوبِ حقیقی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اور تمام مادّی اور ماسوٰی حجابات سے نکل جاتا ہے۔

ردیف ز

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا دِل دا پڑھدا کوئی ہُو
جِتھے کلمہ دِلوں پڑھیوے زبان مِلے نہ ڈھوئی ہُو
دِل دا کلمہ عارف پڑھدے کی جانن یار گلوئی ہُو ٦٨
ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا (حضرت باہُوؒ) میں تدوں سُہاگن ہوئی ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ زبانی کلمہ تو ہر ایک شخص پڑھ لیتا ہے لیکن دل کے کلمہ پڑھنے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ جہاں دِل کا کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ وہاں زبان کو مُطلق جنبش اور حرکت نہیں ہوتی۔ ذاکر دِل کے ذِکر کی آواز ہوش وحواس کی حالت میں سُنتا ہے کہ دِل اُونچی اُونچی آواز سے ذِکر کرتا ہے بعض لوگ دم حبس کر کے یعنی سانس بند کر کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور دِل میں خُون کے دھکیلنے کی آواز ٹپ ٹپ کو سُنتے ہیں۔ اور رگوں میں خُون کے دوڑنے سے تمام اعضاء میں حرکت سی محسُوس ہوتی ہے۔ اسی کو ذکرِ قلب تصوّر کرتے ہیں۔ اگر یہ ذِکر قلب ہے تو یہ ذِکر تو کلب یعنی کُتّے اور تمام جانوروں میں موجُود ہے۔ مگر جب ذکرِ قلب اصلی شروع ہوتا ہے تو اِس سے عرشِ معلّٰی کو رحم اور شفقت سے

جنبش ہوتی ہے ۔اور فرشتے عش عش کرتے ہیں کہ کاش کہ ہم انسان ہوتے ۔اور اِس طرح رُوئے زمین پر ذِکر کرتے ۔اللہ تعالےٰ بطور فخر و مباہات فرشتوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ دیکھو اَے فرشتو! میرے خاکی بندے کی حالت کہ لوگوں کے سامنے سویا پڑا ہے ۔لیکن اس کا دل کِس طرح مجھے یاد کرتا ہے ۔میرا اِنسان کو پیدا کرنے کا یہی راز تھا ۔آگے فرماتے ہیں کہ دِل کا کلمہ عارف لوگ پڑھتے ہیں ۔ نفسانی باتونی آدمی اِن باتوں کو کیا جانے ۔یہ کلمہ ہم کو جب پیر نے پڑھایا تو ہم سُہاگ اور بخت والے ہوگئے ۔

زاہد زُہد کماندے تھکّے روزے، نفل نمازاں ہُو
عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت فی اللہ نال محبّت رازاں ہُو
۶۹ مکھّی قید شہد وِچ پھاتی کیا اُڑسی نال شہبازاں ہُو
جنہاں مجلس نال نبی سرورؐ دے (حضرت باہُوؒ) صاحب رازِ نیازاں ہُو

شرح ۔فرماتے ہیں کہ زاہد زُہد کماتے اور روزے نفل نماز گزارتے تھک جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا حجاب دُور نہیں ہوتا لیکن عارف عاشق دریائے وحدت میں غرق ہو کر محبُوب حقیقی کے ساتھ رازِ محبّت میں مشغول رہتے ہیں ۔زاہد مکھّی کی مثال شہدِ بہشت کی لذّتوں میں پھنس جاتے ہیں ۔ وُہ اللہ تعالےٰ کے شہبازانِ عشق کے ساتھ کِس طرح اُڑ سکتے ہیں ۔جن لوگوں کو مجلسِ نبویؐ میں باریابی حاصِل ہو جاتی ہے وُہی صاحبِ راز و نیاز ہیں ۔اور وُہی اللہ تعالےٰ کے مقرب عارف باللہ ہیں ۔

زاہد روزے نفل، نمازاں سجدے کر کر تھکّے ہُو
سَنّے واری مکّے حج گزارن دِل دی دَوڑ نہ مُکّے ہُو
۷۰ چلّے چلّئے جنگل بھونا اِس گل تھِیں نہ پکّے ہُو
سبّ مطلب ہو جاندے حاصِل (حضرت باہُوؒ) جد پیر نظر اِک تکّے ہُو

شرح ۔فرماتے ہیں کہ بے شمار عابد، زاہد، روزے، نفل، نماز اور سجدے کر کر تھک گئے لیکن اُنہیں حقیقی گوہرِ مقصُود حاصِل نہ ہوا ۔اور بہت لوگ کئی دفعہ حج کو چلے جاتے ہیں لیکن اِن کا باطن اور دِل درست نہیں ہوتا ۔بعض لوگ چلّے چلّئے کرتے اور بعض جنگلوں میں پھرتے ہیں لیکن ویسے خام ناتمام ہو کر رہ جاتے ہیں ۔اور پختہ کامِل عارفِ زندہ دِل نہیں ہو سکتے ۔آخر میں فرماتے ہیں ۔کہ یہ سارے مطلب تب ہی حاصل ہوتے ہیں جب کہ پیرِ کامِل مہربان ہو جاتے ۔اور ایک ہی نگاہِ لطف اور نظرِ کرم فرمائے تب طالب کا بیڑا پار ہو جاتا ہے ۔

ردیف س

سوزکولوں تن سڑیا میرا جتھاں دُکھاں ڈیرے لائے ہُو
کوّل وانگوں کوکیندی وتّاں میرے جاندے دن اضائے ہُو
۷۱ بول پپیہا رُت ساون آئی متاں مولےٰ مینہ وسائے ہُو
ثابت یقین تے قدم اگوہاں (حضرت باہُوؒ) متاں اے گل یار دِلائے ہُو

شرح ۔حضُورؒ فرماتے ہیں کہ محبُوب کے سوزِ ہجر سے میرا جسم جل گیا ۔جہاں تمام جہان کے درد اور دُکھ نے جمع ہو کر ڈیرے ڈالے ہیں ۔چونکہ محبُوب کے وصل کے بغیر زندگی کے دن ضائع جا رہے ہیں ۔اِس واسطے میں کوّل کی طرح فریاد کر رہا ہُوں ۔پھر اپنے دِل سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اَے پریم پپیہا! بول اور فریاد کر شائد مولےٰ رحمت کی بارش کر دے ۔طالب کو چاہیئے کہ یقینِ کامِل کے ساتھ قدم آگے رکھتا رہے ۔ اور پیچھے نہ ہٹے ۔شاید یہ بات محبُوب کے رحم کا باعث ہو ۔اور وُہ وصل کی صلح اور آشتی پر آ جائے ۔

سب تعریف قومی سر کردے کارن در بحر دے ہُو
شش فلک تے شش زمیناں شش پانی تے تردے ہُو
۷۲ چھ لفظاں دے حرف اٹھارہ سو سو معنی دھردے ہُو
(حضرت باہُوؒ) حق پہچانن ناہیں پہلے حرف سطر دے ہُو

شرح۔ اِس بیت کے معنی میں بہت لوگ سر کھپا کر رہ گئے لیکن کسی سے حل نہ ہُوا۔ آج یہ فقیر اللہ تعالےٰ کے فضل سے اِس کی صحیح شرح پیش کرتا ہے جس کی داد انشاءاللہ قاری دیں گے۔ حضورؒ پہلے مصرع میں آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ کہ زبردست اور سرکردہ تعریف جن کے حروف بحرِ معانی کے خالص موتیوں کے مثل ہوں اُس ذاتِ رَبِّ العٰلَمِیْن کو زیبا ہیں جس نے اٹھارہ ہزار مخلوق کو پیدا کیا۔ جس میں چھ ہزار ہوا میں، چھ ہزار زمین پر، چھ ہزار پانی میں پھرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ یہ اٹھارہ ہزار مخلوق چھ لفظوں کے قید اور تصرّف میں ہے۔ اور ان چھ لفظوں کے حرف کی تعداد اٹھارہ ہے۔ اور ہر حرف کے سو سو معنی ہیں۔ سو وُہ لفظ یہ ہیں۔ اللہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ھُو، محمدؐ، فقر۔ سو اِن لفظوں کی تعداد ۴ + ۳ + ۲ + ۲ + ۴ + ۳ = ۱۸ ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے حضرت سُلطان العارفینؒ کی کتابوں کا مُطالعہ کیا ہے وُہ اِن مذکورہ بالا چھ لفظوں کی اہمیّت اور حقیقت کچھ نہ کچھ جانتے ہوں گے۔ کہ حضورؒ نے اپنی فارسی کتابوں میں اِن چھ کلماتِ قدسیہ کو کلیدات گنج ... این اور مفاتح الغیب خزائنِ کونین کا درجہ دیا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ اَے باہُوؒ کہ وُہ لوگ حق کو کس طرح پہچان سکتے ہیں جن کو قاعدۂ سلوک کی پہلی سطر کے حروف بھی نہیں آتے۔ اور حق بھی یہی ہے کہ جو لوگ تصوّرِ اسماء مذکورہ سے نامحرم ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی معرفت، قرب، وصال اور مشاہدے سے بالکل محروم ہیں۔

سُن فریاد پیراںؓ دیا پیرؓا میرا عرض سُنیں کن دھر کے ہُو
میرا بیڑا اَڑیا وِچ کپراں دے جتھے مچھ نہ جاندے ڈر کے ہُو
۷۳ یا شاہ جیلاؒنی محبوبِ سُبحانی میری خبر لیئو جھٹ کر کے ہُو
پیر جنہاں دا میراںؓ حضرت باہُوؒ اُس دا بیڑا لگے کدھی تر کے ہُو

شرح۔ حضورؒ اپنے باطنی ملّاح اور رُوحانی مربّی حضرت پیر دستگیر محبُوبِ سُبحانیؓ کو پکار کر عرض کرتے ہیں کہ میری کشتی خونخوار بحرِ ذخّارِ طریقت کے ایسے خطرناک کپڑوں اور گردابوں میں پھنس گئی ہے۔ جہاں مچھلیوں کی طرح طریقت کے ماہر تیراک سالک بھی جانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اَے ہمارے باطنی ماہر ملّاح محبُوبِ سُبحانیؓ ہماری مدد کو جلدی پہنچو اور ہمیں اِس بحرِ طریقت سے نکالو۔ پھر اپنے دِل کو تسلّی اور اطمینان دے کر فرماتے ہیں۔ کہ جن کے حضرت نُوح علیہ السّلام کی طرح کامل ملّاح حضرت پیر دستگیرؓ جیسے جوان ہوں۔ اُن کا بیڑا ضرور صحیح سلامت کنارے جا لگتا ہے۔

اَے دِل از سیلِ فنا بُنیادِ ہستی بر کند   چُوں ترا نُوح است کشتی بان ز طُوفاں غم مخور

ردیف ش

شور شہر تے رحمت وسّے جتھّے مُرشد باہُوؒ جالے ہُو
باغباں دی بُوٹی وانگوں طالب نِت سنبھالے ہُو
۷۴ نال نظارے رحمت والے کھڑا حضُوروں پالے ہُو
نام فقیر تہاندا (حضرت باہُوؒ) جہڑا گھر وِچ یار دِکھالے ہُو

شرح - یہ بیت بھی حضورؒ کے کسی طالب کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی مضمون کا ایک بیت پہلے گزر چکا ہے۔

ردیف ص

صورت نفس امارہ دی ہے کُتّا گلر کالا ہُو
کوہے نوکے لہو پیوے منگے چرب نوالا ہُو
۷۵ کھبے پاسوں اندر بیٹھا دل دے نال سنبھالا ہُو
اے بدبخت ہے وڈا ظالم (حضرت باہُوؒ) اللہ کرسی ٹالا ہُو

شرح - یہاں حضورؒ نے نفس امارہ کا ذکر کیا ہے حضورؒ فرماتے ہیں کہ نفس امارہ کی لطیف مثالی صورت کالے چار چشم گلر کتّے کی سی ہے۔ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ خونخوار انسان کو چیر پھاڑ کر دن رات اس کا لہو پیتا ہے۔ اور ہر وقت چرب نوالے کا طالب ہے اور اس کا مقام انسانی دل کے پاس اس کے بائیں پہلو میں ہے۔ یہ بڑا ظالم اور خونخوار دشمن ہے۔ اس سے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے ورنہ اس سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔

ردیف ع

عشق موذن دتیاں بانگاں کنّے آواز پیوسے ہُو
۷۶ خون جگر دا کڈھ کراہاں وضو پاک سڑیوسے ہُو

پڑھ تکبیر فنا فی اللہ والی مُڑن محال تھیوسے ہُو
پڑھ رکعت وصال لدھوسے (حضرت باہُوؒ) اندا شکر الحمد پڑھیوسے ہُو

شرح - یہاں حضورؒ نے باطنی اور دائمی نماز کا ذکر فرمایا ہے کہ اذان سے لے کر وضو، تکبیر تحریمہ اور الحمد اور رکعت ادا کرنے تک باطنی نماز کے الگ الگ ارکان کو بیان فرمایا ہے حضورؒ فرماتے ہیں کہ ازل کے روز عشق کے موذن نے جب بانگ اور اذان پڑھی اور ہمارے رُوح نے اذان سُن کر اُس پر لبیک کہا اور پانی کے بجائے ہم نے خون جگر سے وضو کیا اور ہم عشق میں عشاق کی صف میں کھڑے ہو کر فنا فی اللہ کی تکبیر جب پڑھی تو ہمارا مڑنا محال ہو گیا۔ اس کے بعد پہلی رکعت میں ہم محبوب ازلی سے واصل ہو گئے اور ہم نے شکر الحمد ادا کیا۔

عاشق پڑھن نماز پرم دی جیں وچ حرف نہ کوئی ہُو
۷۷ جیہا کیہا نیت نہ سکے جتھے دردمنداں دل دھوئی ہُو
اکھیں تیرے خون جگر دا وضو پاک سڑیوئی ہُو
زبان نہ ہلے تے ہونٹ نہ پھڑکن (حضرت باہُوؒ) خاص نمازیے سوئی ہُو

شرح - اس بیت میں بھی پہلے بیت کا مضمون ہے کہ عاشقوں کے باطنی نماز میں حروف، الفاظ اور آواز نہیں ہے۔ یہ دردمندوں کا مقام ہے۔ عوام نفسانی لوگ اس نماز کی نیت کیا جانیں۔ عاشق لوگوں کا خون جگر جو آنکھوں کی راہ سے آنسوؤں کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس سے پاک وضو کرتے ہیں۔ خاصان خدا کی یہ خاص نماز ایک راز کی شکل میں ادا ہوتی ہے۔ اس میں نہ زبان ہلتی ہے۔ اور نہ ہونٹوں کو حرکت اور جنبش ہوتی ہے۔

۷۸

عِلموں باجھوں کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو
سَے ورھیاں دی کرے عبادت اللہ کنوں بیگانہ ہُو
غفلت کنوں نہ کُھلے پردہ دِل جاہل بُت خانہ ہُو
واہ نصیب تنہاندے (حضرت باہُوؒ) جنہاں مِلیا یار یگانہ ہُو

شرح - پہلا مِصرع اِس حدیث کا ترجمہ ہے۔ کہ مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَقَدْ جُنَّ فِي آخِرِ عُمْرِهِ أَوْ مَاتَ كَافِرًا۔ یعنی جس شخص نے بغیر علم زُہد اَور فقیری اِختیار کی وُہ کافر یا دیوانہ ہو کر مرتا ہے خواہ سو سال تک متواتر عبادت کرے۔ اللہ سے بیگانہ رہتا ہے کیونکہ جب تک اِس کے دِل پر سے غفلت کے پردے نہ ہٹیں اِس جاہل کا دِل ایک بُت خانے کی مانند ہوتا ہے جس میں اس کے خیالی فرضی بُت بطور معبُود بسے رہتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وُہ لوگ جن کو محبُوبِ یگانہ بے مثل اَور بے مثال مِل جاتا ہے۔

۷۹

عاشِق ہوویں تے عِشق کماویں دِل رکھیں وانگ پہاڑاں ہُو
لکھ اُلامے تے ہزاراں بدیاں کر جانیں باغ بہاراں ہُو
منصُورؒ جیہا چک سُولی چڑھدے جہڑے واقف کُل اسراراں ہُو
عاشِق سِجدے توں سِر مُول نہ چکدے (حضرت باہُوؒ) توڑے کافر کہن ہزاراں ہُو

شرح - حضُورؒ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ محبُوبِ حقیقی کا طالب اَور عاشِق ہوئے تو وُہ دِل کو پہاڑ کی طرح مضبُوط اَور آسمان کی طرح ہمّت بلند رکھے۔ کیونکہ منزلِ عِشق اَور مقامِ محبّت کی پُرخار وادی میں سخت تکلیف اَور بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ راہِ محبّت کے اِن سب کانٹوں کو باغ و بہار سمجھ کر خوش خوش گزارتا جائے۔ کیونکہ کسی معشوقِ مجازی کے چند رقیب اَور دعوے دار ہوا کرتے ہیں لیکن

محبُوبِ ازلی اَور معشوقِ حقیقی کے راستے میں ہژدہ ہزار عالم رقیب اَور دعوے دار ہیں۔ اَور تمام کی بدی اَور دُشمنی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اَور نیز اِس راستے میں بے حوصلہ ہو کر دم نہ مارے۔ اَور معشوق کا راز افشا نہ کرے۔ کیونکہ منصورؒ اگرچہ اسرارِ الٰہی کا واقف تھا۔ لیکن انا الحق کے دم مارنے سے واجبِ تعزیر ہو کر سُولی چڑھا دیا گیا۔ پس عاشِق کو معشوق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ اَور گو نادان اَور کم فہم لوگ اُسے بھلا بُرا اَور کافر کہیں۔ وُہ حق اَور سچائی پر قائم رہتے ہیں۔

۸۰

عاشِق عِشق ماہی دے کولوں کدی نہ ہوندے واندے ہُو
نیند حرام تنہاندی ہوئی جہڑے اِسم ذات کماندے ہُو
ہِک پل مُول آرام نہ پاون دِن رات پھرن کُرلاندے ہُو
جنہاں الف صحیح کر پڑھیا (حضرت باہُوؒ) واہ نصیب تنہاندے ہُو

شرح - حضرتؒ فرماتے ہیں کہ عاشِق اپنے معشوق کے خیال اَور تصور سے کسی وقت فارغ نہیں ہوتے۔ اَور جو تصورِ اِسم اللہ ذات کا شغل اِختیار کرتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے نیند بیگانی ہو جاتی ہے۔ اَور ان کے دِل و دماغ پر ذِکر اِسم اللہ ذات اَیسا حاوی اَور مسلط ہو جاتا ہے۔ کہ ایک پل اَور ایک دم بھی ذِکر اللہ سے فارغ نہیں ہوتے۔ جن لوگوں نے اللہ کا نام صحیح طور پر پڑھ لیا۔ وُہ بڑے سعادت مند اَور خُوش نصیب لوگ ہیں اہلِ سلوک اِس ذِکر کو ذِکرِ سُلطان کہتے ہیں۔

۸۱

عاشِق عِشق ماہی دے کولوں پھرن ہمیشہ کھیوے ہُو
جنہاں جیندیاں جان ماہی نوں دِتی اوہ دوہیں جہانیں جیوے ہُو

شمع چراغ دِل روشن جیندا اوہ کیوں بالن ڈِیوے ہُو
عقل فِکر دی پہنچ نہ (حضرت باہُوؒ) اوتھ فانی فہم کھپوے ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ عاشق معشوق کے شرابِ شوق سے مست اور مدہوش رہتے ہیں۔ اور جو عاشق زندگی میں اپنی جان معشوق کی محبت میں فنا کر دیتے ہیں وُہ دونوں جہان میں زندۂ جاوید رہتے ہیں۔ جن کے دِل کا چراغ نُورِ اسمِ اللہ ذات سے روشن ہو جاتا ہے۔ انہیں ظاہری چراغ جلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اِس مقام میں مادی عقل فِکر کی پہنچ نہیں ہے کہ یہ نوری باطنی چراغ کیوں کر روشن ہوتے ہیں۔ لہذا اِس مادی فہم کو فانی فراموش کرنا چاہیئے۔

عاشق دی دِل موم برابر معشوقاں دی دِل کالی ہُو
۸۲ طعمہ دے کے تر ترکے جیوں بازاں دی چالی ہُو
باز بیچارہ کیونکر اُڈّے پیریں پویس جالی ہُو
جیں دِل عشق خرید نہ کیتا (حضرت باہُوؒ) گئے دوہاں جہانوں خالی ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ عاشق کا دل موم کی طرح نرم ہوتا ہے۔ اور تھوڑی سی حرارت سے پگھل جاتا ہے لیکن معشوق کا دِل کالے پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے۔ اور کسی طرح متاثر اور نرم نہیں ہوتا معشوق باز دار کی طرح گاہے گاہے جلوہ ہائے دیدار کے ترترکوں اور بوٹیوں کے طعمہ ہائے چرب پیش کر کے اُسے فریفتہ اور مائل کرتا ہے۔ عاشق بیچارہ باز کی طرح کہاں اُڑ سکے۔ اُس کے پاؤں میں تو عشق کی دوالی اور ڈور پڑی رہتی ہے خوش قسمت ہیں وُہ عاشق جن کے پاؤں میں عشق کی یہ مبارک ڈور پڑ جائے۔ اور جس دل نے اپنے محبوبِ حقیقی

کے عشق کو حاصل نہ کیا۔ وُہ دونوں جہان کی نعمتوں سے محروم ہیں۔

عاشقاں ہِکو وضُو جو کیتا روز قیامت تائیں ہُو
وِچ نماز رکُوع سجُودے رہندے سنج صباحیں ہُو
۸۳ ایتھے اوتھے دو ہیں جہانیں سب فقر دیاں جائیں ہُو
عرش کولوں سُنّے منزل اگے (حضرت باہُوؒ) ہِنج پیا کم تہائیں ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں اہلِ شریعت ظاہری اور مادی نجاست سے پانی کے ذریعے اپنے ظاہری جسم کو پاک کر کے وضو کرتے ہیں لیکن اہلِ طریقت عاشق لوگ دُنیا کی گندگی اور گل ماسوی غیر نجاست سے ترک و توکل کے پانی سے اپنے دِل اور رُوح کو پاک کر کے باطنی وضو کر لیتے ہیں شریعت والوں کا وضو بول و براز اور ریح وغیرہ خارج ہونے سے ٹوٹ جایا کرتا ہے لیکن عاشقوں کا باطنی وضو قیامت تک قائم رہتا ہے اہلِ شریعت کی پنجگانہ وقتی نماز دن رات میں پانچ وقت ادا کی جاتی ہے لیکن طریقت کی باطنی دائمی نماز سے عاشق لوگوں کو دن رات کسی وقت فُرصت نہیں ملتی۔ ان کا دِل باطنی طور پر تصور کے ذریعے اپنے مولے کے آگے ہر وقت قیام، رکوع، قعود اور سجُود میں محو رہتا ہے۔ کما قال عزّوجلّ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ ۔ فقرا اِس جہان میں جسم سے اور دِل و رُوح سے دارِ آخرت میں اللہ کے ساتھ مشغول اور مصروف رہتے ہیں بمصداق اَجْسَامُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَقُلُوْبُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ۔ دونوں جہان میں ان کے منازل اور مقامات موجود ہیں اور عرشِ معلّٰے سے سو منزل بالا عاشقوں کے لاہُوت لامکان میں ڈیرے ہوتے ہیں۔

عِشق دی بازی ہر جا کھیڈے شاہ گدا سُلطاناں ہُو
۸۴ عالِم، فاضل، عاقل، دانا کردا چا حیراناں ہُو

تنبو ٹھوک لتھا وچ دل دے جوڑیس خلوت خاناں ھُو

عشق امیر فقیر منیندے (حضرت باھُوؒ) کیا مانے لوک بگاناں ھُو

شرح۔ فرماتے ہیں کہ گدا سے لے کر بادشاہ تک کے صحنِ دل میں عشق اپنی بازی کھیلتا ہے۔ اور جس دِل میں عشق داخل ہو جاتا ہے خواہ وُہ عالِم فاضل اور عاقل و دانا ہی کیوں نہ ہو اُسے دیوانہ اور حیران بنا دیتا ہے۔ عشق بادشاہ کی طرح جس دل میں اپنا خیمہ گاڑ لیتا ہے وہاں اپنا خلوت خانہ بنا لیتا ہے۔ اور عشق ہر مفلس کنگال کا کام نہیں ہے۔ بلکہ عشق کمانا اِن فقیروں کا کام ہے جن کے دِل امیروں اور بادشاہوں کی طرح مستغنی اور لایحتاج ہوں۔ جن کا کام فقرِ اختیاری ہو نہ کہ فقرِ اضطراری۔

عشق دریا محبّت دے وِچ رہتی مردانہ ترئیے ھُو

جتھے لہر غضب دیاں ٹھاٹھاں قدم اُٹھائیں دھرئیے ھُو

۸۵ اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے دیکھو ویکھ نہ ڈرئیے ھُو

نام فقیر تد تھیندا (حضرت باھُوؒ) جد وِچ طلب دے مرئیے ھُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ جو عشق کا دعوےٰ کرے۔ اُسے چاہیئے کہ وُہ عشق اور محبّت کے دریا میں مردانہ وار تیرتا جاوے۔ اور جہاں غضب کی خطرناک لہریں اور ٹھاٹھیں پڑیں۔ وہاں جا کر قدم رکھے۔ اور جہاں اوجھڑ جھنگ بلاؤں اور آفتوں سے بھر پور بیلے سامنے آئیں۔ اُن سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اور فقیر نام رکھنا طالب پر اُس وقت زیب دیتا ہے جو مولے کی طلب اور عشق میں مرنے سے پہلے مر جائے۔

عشق اسانوں لِسّا جاتا لتھّا مَل مہاڑی ھُو

نہ سووے نہ سون دیوے جیویں بال ایاڑی ھُو

۸۶ پوہ ماہ مانگھ منگے خربوزے میں کِتھ لیساں واڑی ھُو

عقل فکر دی بھُل گیا باتاں (حضرت باھُوؒ) جد عشق مچائی ماڑی ھُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ عشق ہمیں کمزور سمجھ کر ہماری دہلیز پر براجمان ہو گیا۔ اور ہمارے دِل کا دروازہ پکڑ لیا ہے۔ نہ خود سوتا ہے۔ نہ ہمیں سونے دیتا ہے۔ چھوٹے بچے کی طرح خود بھی بے قرار ہے اور ہمیں بھی بے چین رکھتا ہے۔ وُہ ہم سے پوہ اور ماگھ کے مہینوں میں بے موسم خربوزے مانگتا ہے۔ اب ہم کس طرح سردی کے مخالف موسم میں خربوزے بونے کا اہتمام کریں یعنی شریعت نے تو دیدارِ الٰہی قیامت کے روز موت کے بعد مقرر کیا ہے۔ اور عاشق آج زندگی میں بے موسم اور بے وقت ہم سے میوۂ دیدار کا طالب ہے۔ چنانچہ کسی سالک نے فرمایا ہے ؎

زاہدان از مرگ مُہلت خواستند — عاشقاں گفتند نے نے زُود باش

سو جب عاشق شورش مچاتا ہے تو عقل و فکر کی باتیں بھول جاتی ہیں۔ اور شریعت کے حدود بھی قائم نہیں رکھے جا سکتے۔

عشق چلایا طرف آسماناں عرشوں فرش ٹکایا ھُو

رہ نی دُنیا ٹھگ نہیں سانوں ساڈا اگے جی گھبرایا ھُو

۸۷ اسی پردیسی ساڈا وطن دوراڈا الویں کوڑا لالچ لایا ھُو

مر گئے سو مرنے تھیں پہلے (حضرت باھُوؒ) تنہاں ہی رب نوں پایا ھُو

شرح۔ حضورؒ نے عشق کے باب کو بسبب اپنی موافقتِ طبع عشقِ حقیقی کافی لمبا کر دیا ہے۔

اِس بیت میں حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا معشوقِ ازلی اور محبوبِ حقیقی آسمان اور لامکان میں ہے۔ اور اس کے عشق اور طلب نے بجائے زمین کے ہمیں آسمان کی طرف چلایا ہے۔ اِس لئے بجائے زمین کے ہم نے عرش کو فرش بنایا ہے۔ اَے دُنیا تُو ہمیں اُلٹا زمین کی طرف کھینچ رہی ہے۔ تو ہمارے اِس مخالف دست اندازی سے باز آجا۔ اور ہمیں اپنی زیب و زینت پر فریفتہ اور مبتلا نہ کر۔ ہمارا دِل تجھ سے پہلے بیزار اور گھبرایا ہے۔ ہم پردیسی ہیں۔ اور ہمارا وطن بہت دُور لامکان میں ہے۔ تُو ہمیں کیوں جھُوٹے فریب اور لالچ میں پھنسا رہی ہے۔ جو مرنے سے پہلے مرجاتے ہیں۔ وُہی رب سے واصل ہو جاتے ہیں۔

عِشق جنہاں دے ہڈّیں رچیا اوہ پھر دے چُپ چپاتے ہُو
لُوں لُوں دے وِچ لکھ زباناں اوہ کردے گنگی باتے ہُو
۸۸ وضُو کردے اِسم اللہ داتے دریا وحدت نہاتے ہُو
تدھیاں قبول نمازاں (حضرت باہُوؒ) جدیاراں یار پچھاتے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے مغز اور جڑ میں عشق دھنس جاتا ہے وُہ ظاہری ذِکر اور فریاد و غوغا سے باز آجاتے ہیں۔ یہ بیت اِس حدیث کی تفسیر ہے کہ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ یعنی جس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اُس کی زبان گُونگی ہوگئی۔ اُس کے ہر بُنِ مُو میں لاکھوں زبانیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے بدن پر ہر بال ذِکرِ اللہ سے گویا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے بے کام و بے زبان ہم سخن ہو جاتا ہے۔ اہلِ شریعت لوگ ظاہر پانی سے وضو کرتے ہیں لیکن عارف اور عاشق لوگ آبِ حیات اِسم اللہ ذات کے نُور سے وضو کرتے ہیں۔ اور دریائے وحدت میں غسل کر لیتے ہیں اِس وقت نمازِ حقیقی قبول ہو جاتی ہے جب کہ محبُوب اور محبّ اور معشوق و عاشق ایک دُوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ بغیر معرفت کے نماز ایک رسم بن کر رہ جاتی ہے۔

ردیف غ

غوث قُطب ہیں اورے اوریے عاشق جان اگیرے ہُو
جھڑی منزل عاشق پہنچن اوتھ غوث نہ پاون پھیرے ہُو
۸۹ عاشق وِچ وصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ہُو
دین قربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جنہاں ذاتوں فلت بسیرے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کی منزل غوث و قطب سے آگے ہے۔ کیونکہ ان کا مقام لاہوت لامکان میں ہے۔ اور غوث و قطب کا مقام عرش و کرسی اور سات آسمان میں ہے۔ لہذا غوث و قطب عاشقوں کی منزل سے محرُوم ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے ذاتی نُور سے منوّر ہو جاتے ہیں۔ دُنیا اور عقبیٰ کی نعمتیں اور دین و دُنیا کی دولتیں اِن پر قربان ہوتی ہیں۔ اور ہر دو اِن کے طالب رہتے ہیں۔ مَنْ اَرَادَ الدُّنْیَا فَلَہُ الدُّنْیَا وَمَنْ اَرَادَ الْعُقْبٰی فَلَہُ الْعُقْبٰی وَمَنْ اَرَادَ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ۔

ردیف ف

فجری ویلے اُٹھ سویرے نِت آن کرن مزدُوری ہُو
کانواں لالیاں ہِک سی گلاں تریجی رلی چنڈوری ہُو
۹۰ مارن چیخاں تے کرن مشقت پٹ پٹ کڈھن انگوری ہُو
ساری عمر پٹیندیاں گزری (حضرت باہُوؒ) کدی نہ پئی پُوری ہُو

شرح۔ یہاں حضورؒ نے اُن لوگوں کا ذِکر کیا ہے۔ جو محض نمود اَور نمائش کے طور پر اپنے سِلسلوں کے ختم پڑھا کرتے ہیں۔ ان کو حریص پرندوں مثلاً کوّوں، لالیوں اَور چِڑیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو صبح سویرے کھیتوں میں فصل کی کچی انگوری پٹ پٹ اکھیڑتی رہتی ہیں۔ اَور وُہ خوشی سے چیختی چلاتی ہیں۔ کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں لیکن دراصل وُہ کھیت اَور فصل کا ستیاناس کرتی ہیں ایسے لوگوں کی تمام عُمر ختم وغیرہ پڑھتے گزر جاتی ہے۔ لیکن انہیں باطنی طور پر کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اَور ایسے ناقِص خام ناتمام رہ جاتے ہیں۔

ردیف ق

قلب دِی ہِلیا تاں کی ہویا کیا ہویا ذِکر زبانی ہُو
ذِکر نفِسی، قلبی، رُوحی، سِرّی سبھے راہ حیرانی ہُو
شاہ رگ تھیں نزدیک جو رہندا یار نہ مِلیا جانی ہُو ۹۱
نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) جہڑے وسدے لامکانی ہُو

شرح بعض لوگ دم حبس کر کے دل کی طرف جب خیال کرتے ہیں۔ تو انہیں دل ہِلتا اَور حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جو دِل کی جبلّی اَور فِطرتی صِفت ہے کہ خُون کو جسم کی طرف دھکیلنے اَور واپس اِس میں آنے کے وقت دِل حرکت کرتا ہے۔ اَور اس سے ٹپ ٹپ کی سی آواز آتی ہے۔ بعض خام خیال لوگ اِسی کو ذِکرِ قلبی کہتے ہیں۔ حالانکہ دِل کا اِس طرح ہِلنا اَور حرکت کرنا کوئی ذِکر نہیں ہے کیونکہ دِل کی یہ حرکت حیوانوں میں بھی موجود ہے علاوہ ازیں حضورؒ فرماتے ہیں۔ کہ بعض لوگ سینے اَور دماغ وغیرہ میں بعض مقامات پر لطائف کے مقامات مخصوص کرتے ہیں۔ کہ یہ مقامِ نفس ہے۔ اَور یہ قلب رُوح اَور سِرّ وغیرہ کا مقام ہے۔ اَور

خالی اِن لطائف کا نام لے لے کر خوش ہوتے ہیں اَور اِتراتے ہیں۔ اَور اپنے آپ کو اِن لطائف کا ذاکر کہتے ہیں۔ حالانکہ اُنہیں اصل ذِکر سے دُور کا واسطہ نہیں ہوتا۔ سو اِس قسم کی دِل کی حرکت یا زبانی ذِکر اَور ان کے نفسی، قلبی، رُوحی، سِرّی وغیرہ اذکار محض بے سُود اَور بے کار ہوتے ہیں۔ سو اللہ تعالےٰ شاہ رگ سے نزدیک ہے۔ اَور اس کا یہ قرب معلوم کرنا اصل ذِکر ہے۔ اَور اصل ذاکر اَور فقیر وُہی شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کو اپنی شاہ رگ سے نزدیک پاتے ہیں۔ اَور اللہ تعالےٰ کے ساتھ لامکان میں واصل رہتے ہیں۔ اَور بجائے ذِکر کے وُہ مذکور سے جا مِلتے ہیں۔

ردیف ک

کل کلمے دِی تداں ہووسے جداں قلب کلمے وِچ کھولی ہُو
چوداں طبق کلمے دے اندر کی جانے خلقت بھولی ہُو
کلمہ عاشق اوتھے پڑھدے جتھے نُور نبیؐ دی ہولی ہُو ۹۲
ایہہ کلمہ سانوں پیر پڑھایا (حضرت باہُوؒ) جند جان اسے توں گھولی ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ کلمے کی حقیقت ہمیں اس وقت معلوم ہُوئی جس وقت کلمے نے ہمارے دل کی کلی کھول ڈالی ہے۔ چوداں طبق کلمے سے روشن ہو جاتے ہیں بھولی بھالی خلقت کلمے کی حقیقت کیا جانیں۔ ایسا کلمہ عارف اَور عاشق لوگ ہی پڑھتے ہیں۔ جس سے نُورِ محمدیؐ جلوہ گر ہوتا ہے۔ یہ کلمہ ہمیں مُرشد نے پڑھایا ہے۔ ہماری جند جان اِس پر قُربان ہے۔

کل کلمے دی تداں پیا سے جدوں کلمے دل نوں پھڑیا ہُو
بے درداں نوں خبر نہ کائی دردمنداں دِل ٹھریا ہُو
۹۳ کُفر اسلام دی کل تداں پیوسے جد کلمہ دِل وِچ وڑھیا ہُو
میں قربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جنہاں کلمہ صحیح کر پڑھیا ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ کلمے کی حقیقت ہمیں اُس وقت معلوم ہوئی جس وقت کلمے نے دِل میں اثر اور نفوذ کیا۔ بے درد اور بے محبت لوگوں کو اِس کی خبر نہیں ہے۔ یہ بات محبوں اور دردمندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں اصلی کفر اور اسلام کا بھی اُس وقت پتہ لگا جب کہ کلمہ دِل میں داخل ہوا۔ حضورؒ فرماتے ہیں میں اُن لوگوں کے صدقے جاؤں جو لوگ صحیح طور پر کلمہ پڑھتے ہیں۔

کُن فیکون جدوں فرمایا اساں بھی کولے ہاسے ہُو
ہِکے ذات صفات ربے دے ہِکو جگ ڈھنڈھیاسے ہُو
۹۴ ہِکے ہا لامکان اساڈا ہِکے آن بُتاں وِچ پھاسے ہُو
پلید نے چا پلیدی کیتی (حضرت باہُوؒ) ہِکے اصل پلید نہ ہاسے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالےٰ نے کُن فرما کر عالمِ ارواح کو پیدا کیا۔ ہم اُس سے پہلے اللہ تعالےٰ کے ساتھ زندہ موجود تھے۔ اور ہمیں اب بھی وُہ وقت اور وعدہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اور جواب میں لفظ بَلٰی کہنا یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اَزل، ابد، دُنیا کے اندر ایک ہیں۔ اور ہر مقام میں ہم اِسی ایک ذات واجب الوجود حَیّ قَیُّوم کے طالب اور متلاشی رہے ہیں۔ اور کہیں بھی غیر اور ماسویٰ کی طرف التفات نہیں کیا۔ اور ایک دفعہ روزِ ازل سے قبل ہمارا نشیمن اور ڈیرہ لاہوت لامکان میں رہا ہے لیکن نفسانی لغزش نے

ہمیں اِس مقامِ قُرب سے جُدائی ڈال کر دُنیا کے بُتوں میں پھنسا دیا ہے۔ اور شیطان پلید کے یہ سب کرتُوت ہیں کہ اس نے ہمیں نافرمان کر کے پلید کر ڈالا ہے۔ ورنہ ہماری اصل سرشت اور فطرت ہرگز پلید نہ تھی۔

کیا ہویا بُت دُور گیا دِل ھرگز دُور نہ تھیوے ہُو
سَے کوہاں تے میرا مُرشد وسدا مینوں وِچ حضور دسیوے ہُو
۹۵ جیندے اندر عشق دی رتّی اوہ بِن شرابوں کھیوے ہُو
نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) قبر جنہاں دی جیوے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ مُرشد کے حضور سے اگرچہ ہمارا جسم اور بدن سینکڑوں کوس دُور ہے لیکن دِل میں اس کا خیال اور تصوّر ہر وقت قائم ہے جیسا کہ حضرت اویسؓ قرنی نے بظاہر جسمانی صحبت حضرت سرورِ کائنات صلعم کی گو حاصل نہیں کی تھی اور بہت دُور یمن میں رہتے تھے لیکن قلبی اور رُوحانی طور پر آپؐ سے بہت قریب تھے۔ سو جس طالب کے دل کے اندر عشقِ الٰہی کا ایک ذرہ ہو۔ وُہ بغیر شراب کے مست رہتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ فقر کا نام اس شخص کو زیبا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نُور سے زندۂ جاوید ہو اور رُوحانی اور باطنی طور پر عالمِ برزخ اور قبر سے اس کا فیض جاری ہو۔

کلمے نال نہاتی دھوتی تے کلمے نال بیاہی ہُو
کلمے میرا پڑھیا جنازہ کلمے گور سُہائی ہُو
۹۶ کلمے نال بہشتی جاناں کلمہ کرے صفائی ہُو
مُڑن محال تنہاں نوں (حضرت باہُوؒ) جنہاں صاحب آپ بُلائی ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ مردِ مومن کلمے کے کثرتِ ذکر سے دِل کو دھو کر اور صاف

ستھرا ہو کر موت کے وقت کلمہ پڑھتے دُنیا سے گزر جاتا ہے۔ اور کلمے سے اس کی شادی رچتی ہے۔ اور جنازہ کے وقت وُہ کلمہ پڑھتا ہے۔ اور قبر میں منکر نکیر کے رُوبرُو جب وُہ کلمہ پڑھتا ہے تو اس کی قبر اور برزخی معاملہ سنور جاتا ہے۔ اور نکیرین اُسے کہتے ہیں کہ یَاعَبْدَ الصَّالِحِ نَمْ کَنَوْمِ الْعَرُوْسِ جَزَاکَ اللّٰہُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا یعنی اَے خُدا کے نیک بندے اَب تو دُلہن کی طرح سو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ اور حشر و نشر، وقتِ میزانِ اعمال، گذرِ پُلصراط اور دخولِ جنّت تمام منازل اور اِمتحانوں میں کلمے سے کامیابی اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ اور جس نیک بخت بندے کو اپنا مالک اپنے پاس بُلائے اور اُسے اپنی نوازش سے سرفراز فرمائے۔ وُہ کسی مقام پر نہیں رُکتا۔

ردیف ل

لامحتاج تنہاں نُوں ہویا فقر جنہاں نُوں سارا ہُو
نظر جنہاں دی کیمیا ہووے اوہ کیوں مارن پارا ہُو
۹۷ دوست جنہاں دا حاضر ہووے دشمن لین نہ وارا ہُو
نام فقیر انہاں دا (حضرت باہُوؒ) جنہاں ملیا نبیؐ سہارا ہُو

شرح۔ جن لوگوں کو فقر تمام حاصل ہو جاتا ہے۔ وُہ دُنیا و مافیہا سے لامحتاج ہو جاتے ہیں۔ اور جن کی نظر کیمیا بن جاتی ہے۔ وُہ کیوں پارہ اور ہڑتال مارتے اور کُشتہ کرتے پھریں۔ اور جن طالبوں کے مُرشد مربّی ہر وقت سر پر حاضر ہوں وُہ دُشمن بدخواہ لوگوں سے مار اور ضرب نہیں کھایا کرتے۔ آخر میں حضورؒ فرماتے ہیں کہ اصل فقیر وُہ لوگ ہیں جنہیں حضرت سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت اور حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔

لکھن سکھیوئی تے لکھ نہ جاتا کیوں کاغذ کیتو ضائع ہُو
قط قلم نوں مار نہ جانیں تے کاتب نام دھرایا ہُو
۹۸ سب صلاح تیری ہوسی کھوٹی جاں کاتب دے ہتھ آیا ہُو
صحیح صلاح اُنہاں دی (حضرت باہُوؒ) جنہاں الف تے میم کمایا ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے تھے کہ علم ظاہر پر مغرور آدمی تُو نے ظاہری لکھنا تو سیکھ لیا لیکن تجھے دِل پر اِسم اللہ ذات لکھنے کا ڈھنگ جب تک نہ آیا تو بے فائدہ کاغذ سیاہ کرتا رہا جب تک تُو نے اپنے قلمِ نفس کا سر قلم اور قطع نہ کیا تو تُو نے کس لئے اپنا نام کاتب رکھوایا۔ تیری تمام ظاہری لکھائی اور پڑھائی کھوٹی اور بے سُود ثابت ہو گی۔ جس وقت اصلی اعمال کے کراماً کاتبین کے ساتھ تیرا معاملہ پڑے گا۔ صحیح اور اصلی صلاح اور تعلیم اُن لوگوں کی ہے جو الف اور میم یعنی اِسم اللہ ذات اور اِسم محمدؐ سرورِ کائنات صلعم کا تصوّر اور مشق کیا کرتے ہیں۔

ردیف م

مُوتُوا والی موت نہ ملی جیں وِچ عشق حیاتی ہُو
موت وصال تھیوے ہِکا جد اسم پڑھیوسے ذاتی ہُو
۹۹ عین دے وِچّوں عین تھیوے دُور رہی قرباتی ہُو
ھُو دا ذکر ہمیش سڑیندا (حضرت باہُوؒ) دینہاں سُکھ نہ راتی ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ جب تک اَے طالب تُو موت سے پہلے بطور مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا معنوی طور پر نہیں مرے گا جس میں عاشقوں کے لئے زندگی اور

حیاتی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کے نُور سے زِندۂ جاوید نہ ہوگا۔ ہم نے جس وقت اِسم اللہ ذات پڑھا تو ہماری موت وصالِ محبُوبِ حقیقی پر منتج ہوگئی۔ اَور ہم جب عینِ ذات میں فانی اَور باقی ہوگئے تو وہاں ملائکہ مقربین سے بھی آگے نِکل گئے۔ ہمیں ھُوْ کا ذِکر ہمیشہ جلاتا ہے جس سے دِن رات چین نہیں مِلتا۔

مُرشد وانگ سُنارے ہوئے جہڑا گھت کٹھالی گالے ہُوْ
پا کٹھالی باہر کڈھے بُندے گھڑے یا والے ہُوْ
۱۰۰ کنّیں خُوباں دے تدوں سہاون جدوں کھڑے پا اُجالے ہُوْ
نام فقیر تنہاں دا (حضرت باہُوؒ) جہڑا دم دم دوست سنبھالے ہُوْ

شرح۔ یہاں حضورؒ نے طالب کو سونے اَور مُرشد کو سُنار اَور زرگر سے تشبیہ دی ہے مُرشد زرگر اَور سُنار کی طرح ریاضت، خدمت اَور اِمتحان کی آگ میں طالب کو ڈال کر اس کی کھوٹ نکال کر اُسے خالص کُندن بنا لیتا ہے۔ بعدہٗ اس کے زیور بُندے اَور والے وغیرہ بنا کر محبُوبِ حقیقی کی ذات کو پہنا کر اس سے واصل کر دیتا ہے۔ فقر کا مرتبہ ان طالبوں کو حاصل ہوتا ہے جو دم دم میں دوست کا تصوّر قائم رکھتے ہیں۔

مُرشد کامل اوہ سہیڑیئے جہڑا دو جگ خوشی دکھالے ہُوْ
پہلے غم ٹکڑے دا میٹے پچھے ربّ دا راہ سمجھائے ہُوْ
۱۰۱ اِس کلر والی کندی نوں چا چاندی خاص بنائے ہُوْ
جس مُرشد ایتھے کُجھ نہ کیتا (حضرت باہُوؒ) اس نوں وانڈی ندی روڑھائے ہُوْ

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ مُرشدِ کامل ایسا ہونا چاہیئے جو طالب کو دارین کی خوشی دِکھائے اَور دونوں جہان میں سرفراز اَور کامران فرمائے۔ پہلے طالب کے دل سے روزی اَور رِزق کا

غم دُور کرے۔ پھر رب کی طرف راہنمائی فرمائے۔ اگر طالب کے دِل کی زمین ناکارہ اَور کلّر ہے اَور اِسم اللہ ذات کے تخم پاشی کے قابل نہیں ہے تو اپنی توجّہ سے اُسے قابل اَور لائق بنا دے۔ جس مُرشد نے اِس دُنیا میں کچھ نہ کر دکھایا اَور کل قیامت کے وعدوں پر طالب کو ٹالتا رہا۔ تو طالب کو چاہیئے کہ ایسے مُرشد سے ہاتھ جلدی چھڑا کر اُسے فراموشی کی بہتی ندّی میں چھوڑ دے۔

مُرشد باجھوں فقر کماون وِچ کُفر دے بُڈّے ہُوْ
شیخ مشایخ ہو باندے حُجرے غوث قطب بن اُڈّے ہُوْ
۱۰۲ رات اندھاری مشکل پینڈا سنّے سنّے آون ٹھڈّے ہُوْ
تسبیحاں نپ بہن مسیتی (حضرت باہُوؒ) جیوں مُوش باندا وڑ کھڈّے ہُوْ

شرح بعض لوگ اپنے خشک زُہد اَور ظاہری عِلم کے گھمنڈ پر مُرشد وسیلہ کے بغیر راہِ طریقت طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے بے وسیلہ بھُولی بھٹکی بھیڑوں کو شیطان جلدی گمراہ کر کے لوگوں کے رجوعات پر فریفتہ کر دیتا ہے۔ اَور حجروں میں بیٹھ کر بغیر باطنی پرواز کے غوث و قطب بن بیٹھتے ہیں۔ اِس بیشۂ طریقت میں اندھیری رات کے اندر کٹھن راستہ پیش آتا ہے اَور طالب قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ سو خالی حجروں میں اِس طرح بیٹھنا جس طرح چوہا کھڈ اَور غار کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔ اَور تسبیح کھڑکانے سے طریقت کا پُر خار و خطر راستہ ہرگز بغیر مُرشد راہبر طے نہیں ہوتا۔

وظیفوں وِرد چِلّوں سے اگر حاصل خُدا ہوتا
انگشتوں سے حمل ہوتا تو شوہر کب روا ہوتا

مَیں کوجھی میرا دِلبر سوہنا میں کیونکر اِس نوں بھانواں ہُوْ
ویہڑے ساڈے وڑدا ناہیں پے لکھ وسیلے پانواں ہُوْ
۱۰۳ نہ میں سوہنی نہ دولت پلّے کیونکر یار منانواں ہُوْ
ایہہ دُکھ سانوں ہر دم رہسی (حضرت باہُوؒ) روندی ہی مر جانواں ہُوْ

شرح - اِس بیت میں حضورؒ اپنے مُرشد مربّی کی طرف خطاب فرماتے ہیں۔ کہ جب میں ناقص اَور کمتر ہُوں۔ اَور میرا مُرشد خوب صُورت اَور بڑی شان والا ہے میں اُسے کیونکر پسند آؤں۔ میں گو لاکھ حیلے وسیلے کرتا ہُوں۔ مگر میرے دل کے صحن میں اُس کا گزر نہیں ہوتا۔ نہ میں کامل استعداد کا حامِل ہُوں اَور نہ دولتِ اعمال میرے پاس ہے میں اُسے کیونکر راضی اَور خوش کر سکتا ہُوں۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ کہ اگر مُرشد مربّی کو ہم نے راضی اَور اپنے اُوپر مہربان نہ کیا تو ہمارے لیئے یہ بڑا بھاری دُکھ ہوگا۔ اَور اِس دُکھ سے ہم روتے روتے اپنے آپ کو ختم کر لیں گے اَور ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

مُرشد میرا شہباز الٰہی وِچ رلیا سنگ حبیباں ہُو
تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں کداں ملسی نال نصیباں ہُو
۱۰۴ کوہڑیاں دے دُکھ دُور کریندا کرے شفا غریباں ہُو
ہر مرض دا دارُو توہیں (حضرت باہُوؒ) کیوں گھتناہیں وس طبیباں ہُو

شرح - یہاں بھی مُرشد کو خطاب فرماتے ہیں کہ ہمارا مُرشد شہبازِ الٰہی ہے۔ اَور بادشاہِ حقیقی کی کلائی پر اِس کا نشیمن ہے۔ تقدیرِ الٰہی نے ہمیں مختلف پابندیوں اَور قیود کی ڈوروں میں بند کر رکھا ہے۔ خُدا جانے ہمیں اس تک رسائی ہوسکے گی یا نہ۔ پھر دل کو تسلّی دے کر فرماتے ہیں کہ اگر وُہ مِل گیا تو ہمارے دُکھ اَور امراض دُور ہو جائیں گے۔ وُہ کوڑھیوں اَور لاعلاج مریضوں کے لئے مُوجبِ شفا ہے۔ پھر عرض کرتے ہیں۔ کہ تُو اَے مُرشد ہمارے ہر مرض کی دوا ہے۔ پھر کیوں ہمیں طبیبوں کے حوالے کرتے ہو ؎

اَے لقائے تو جوابِ ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مال تے جان سب خرچ کچھوے تے کریئے خرید فقیری ہُو
۱۰۵ فقر کنوں رب حاصل ہوئے کیوں کیجے دلگیری ہُو

دُنیا کارن دین ونجاون کوڑی شیخی پیری ہُو
ترک دُنیا نوں قادری کیتی (حضرت باہُوؒ) شاہ میراں دی میری ہُو

شرح - حضورؒ فرماتے ہیں کہ مال اَور جان اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ اَور قربان کر کے فقر اختیار کرنا چاہیئے۔ اَور ترک اَور فقر سے جب رب حاصل ہوتا ہے۔ تو طالب کو کیوں دلگیری کرنی چاہیئے۔ جو لوگ دین کی آڑ میں دُنیا کماتے ہیں۔ ان کی شیخی اَور پیری سب مکر، فریب، اَور جھُوٹ ہے۔ دُنیا ترک کرنا قادری طالب کا کام ہے۔ کیونکہ یہ شاہ میراں حضرت پیر دستگیر قدس سرّہ العزیز کا اعلےٰ اَور افضل طریقہ ہے۔

ردیف ن

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے کُل نوں لاج نہ لائیے ہُو
تُمّے تربُوز مُول نہ ہوندے توڑے توڑ مکّے لے جائیے ہُو
۱۰۶ کانواں دے بچّے ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگائیے ہُو
کوڑے کھُوہ نہ مِٹھے ہوندے (حضرت باہُوؒ) توڑے سئے مناں کھنڈ پائیے ہُو

شرح - حضورؒ فرماتے ہیں کہ ناجنس اَور نااہل کی رفاقت اَور صُحبت اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔ ورنہ ساری سوسائٹی اَور ساری سنگت کا معاملہ بگاڑ دیتے ہیں ؎

صحبتِ ناجنس گر جاں بخشدت ہرگز مرو — آب را دیدی کہ ماہی را بدام افگند و رفت

نااہل آدمی کوڑ تمّے کی طرح تلخ ہوتے ہیں۔ وُہ تربُوز بن کر کبھی میٹھے نہیں ہوتے خواہ انہیں خانہ کعبہ اَور مکّہ مکرمہ لے جایئے۔ اَور کوّے کے بچّے ہنس نہیں بن سکتے خواہ انہیں بجائے دانوں

کے موتی چگائیے۔ اور جو کنوئیں اصل میں تلخ ہوتے ہیں خواہ ان میں سینکڑوں من کھانڈ ڈالی جائے وُہ میٹھے ہرگز نہیں ہوتے یوروزِ اوّل سے جو شقی، نااہل اور بدبخت ہیں۔ انبیاء اور اولیاء کی دعوت اور صحبت اِن میں اثر نہیں کرتی۔

حسنؓ ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیبؓ از رُوم　　ز خاکِ مکّہ ابُوجہل ایں چہ بوالعجبی است

نا کوئی طالب تے نہ کوئی مُرشد سب دلاسے مُٹھّے ہُو
راہ فقر دا پرے پریرے سب حِرص دُنیا دے کُٹھّے ہُو
۱۰۷ شوق الٰہی غالِب ہویا جند جیون توں رُٹھّے ہُو
جَیں تن بھڑکن بھاہ برہوندی (حضرت باہُوؒ) اوہ مرن تھیں گھٹّے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ نہ کوئی اِس زمانے میں طالب صادق رہ گیا ہے اور نہ مُرشد کامل۔ صرف مُرشدوں اور طالبوں کے درمیان رسم ورواج اور طِفل تسلّیاں رہ گئی ہیں۔ فقر کی منزل ان لوگوں کی پہنچ سے بہت دُور ہے کیونکہ یہ سب لوگ دُنیا کے حریص اور طالِب ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں شوقِ الٰہی کا جذبہ غالب ہو جاتا ہے وُہ اِس دُنیا اور دُنیا کی زِندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور جب عشقِ الٰہی کی آگ ان کے دِلوں میں بھڑک اُٹھتی ہے، تو وُہ مرنے کے لِئے تیّار ہو جاتے ہیں۔ اور موت اُن کی عین مُراد بن جاتی ہے۔

نہیں فقیری جلّیاں مارن سُتّے لوک جگاون ہُو
نہیں فقیری وہندی ندیاں سُکّیاں پیر لگاون ہُو
۱۰۸ نہیں فقیری وِچ ہوا دے مُصلّے پا ٹھہراون ہُو
خاص فقیری (حضرت باہُوؒ) دِل وِچ دوست ٹکاون ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ بہت لوگ رات کو جلّیاں مارتے ہیں یعنی اُونچا اُونچا کلمہ پڑھ کر لوگوں

کی نیند حرام کرتے ہیں۔ یہ کوئی فقیری نہیں ہے بعض لوگ از رُوئے کشف وکرامات ندی نالوں اور دریاؤں کی سطح پر چل پڑتے ہیں۔ درحالیکہ پانی سے اُن کے پاؤں بھی تر نہیں ہوتے۔ بعض لوگ ہوا میں اُڑتے ہیں اور ہوا میں مصلّے بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بھی مقامِ فقر خاص الخاص سے بہت دُور ہیں۔ فقر کا خاص مقام یہ ہے کہ اپنے دِل میں اپنے محبُوبِ حقیقی کا مشاہدہ کرے۔

ردیف و

وحدت دے دریا اچھلے تھل جل جنگل رینے ہُو
عِشق دی ذات منیندے ناہِن سانگا جھل پھتینے ہُو
۱۰۹ اَنگ بھبُوت مِلیندے ڈِٹھّے سنے اجوان لکھینے ہُو
میں قُربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جھڑی ہوندی ہمّت ہینے ہُو

شرح حضورؒ فرماتے ہیں کہ ذاتِ الٰہی کے عاشقوں کو ہر جگہ وحدت نظر آتی ہے اور انہیں غیر کچھ نظر نہیں آتا۔ جو لوگ عشقِ الٰہی کے سوا کسی غیر چیز کی طلب کرتے ہیں۔ ان سنگ دِلوں کو ہر جگہ ٹھوکر لگتی ہے ہم نے اِس طرح غیر کے طلبگار بے شمار دیکھے ہیں۔ جو اَنگ بھبوت مل کر اور طرح طرح کے سوانگ بھر کر طالِب مولٰے بنے پھرتے ہیں۔ آخر میں حضور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سچّے طالب وُہ ہیں جو باوجُود ہمّت اور طاقت کے اپنے آپ کو کمزور اور ناچیز ظاہر کرتے ہیں یعنی اپنی نفی اور اپنے مالک کی اثبات کرتے ہیں۔

وہیہ وہیہ ندیاں تارُو ہویاں مُبِل چھوڑن کاہاں ہُو
یار اساڈا اَنگ محلّے میں در تے کھڑا سکاہاں ہُو
۱۱۰ نہ کوئی آوے نہ کوئی جاوے کِس ہتھ لِکھ منجاہاں ہُو
جے خبر جانی دی آوے (حضرت باہُوؒ) کلیوں پھُل تھواہاں ہُو

شرح۔ اِس بیت میں حضورؒ اپنے مُرشدِ مربّی محبُوبِ حقیقی کی جُدائی اَور اس کے حضُور سے دُوری کو محسُوس کر کے سوز دفراق کا اظہار کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جس وقت دِل کے دریا میں عشق کا طوفان آتا ہے۔ تو آنکھوں کی ندّیاں بھرپُور ہو کر بہتی رہتی ہیں اَور آنکھوں کی پلکوں میں آنسُو اِس طرح جھلکتے ہیں جس طرح کانوں کے بُندے بل چھوڑ کر جھُومتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس محبُوبِ حقیقی کی جدائی اَور فراق کی وجہ سے رُونما ہوتا ہے۔ جو کہ اپنے محلِ قرب میں مگن اَور بے نیاز ہو کر بیٹھا ہُوا ہے جہاں نہ کوئی قاصد جاتا ہے اَور نہ آتا ہے۔ سو کس کے ہاتھ اپنے دردِ دل کا پیغام پہنچایا جاوے اگر اُس محبُوبِ حقیقی کی طرف سے کوئی پیغام پہنچ جاوے تو ہمارے دِل کی کلی کِھل کر خوشی سے پھُول بن جاوے۔

ردیف ہ

111

ھُوْ دا جامہ پہن کریسنگی اِسم کمادن ذاتی ہُو
نہ اوتھ کُفر اِسلام دی منزل نہ اوتھ موت حیاتی ہُو
شاہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے پا دِل اندر جھاتی ہُو
اساں اُنہاں وِچ اوہ اساں وِچ (حضرت باہُوؒ) دُور رہی قرباتی ہُو

شرح۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ ہم اَور ہمارے قادری طالب ھُوْ کا جامہ پہن کر ذاتی اِسم کماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالٰے کے اِسم کو اپنے جسم پر کپڑے کی طرح اوڑھ لیتے ہیں۔ اَور جسم کو اِسم میں گم کر کے اپنے آپ کی نفی اَور اس کی ذات کا اثبات کرتے ہیں۔ یہ ایسا ذِکر ہے کہ اِس میں کفرِ اسلام اَور مرتبۂ حیات و ممات سے اِنسان گزر جاتا ہے اَور حق سے واصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم نے جب اِس تصوّر کے طفیل اپنے دِل کی طرف جھانک کر دیکھا تو ہم کو حق تعالٰے شاہ رگ سے نزدیک نظر آیا۔ اَور بمقتضائے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وُہ ہم میں اَور ہم اُن میں محو اَور متّحد ہو گئے اَور قربِ وصال کی منزل سے آگے گزر گئے۔

112

ہِک جاگن اتے جاگ نہ جانن اوہ تاں جاگدیاں بھی سُتّے ہُو
ہِک سُتیاں وِنج واصل ہوئے ہِک جاگدیاں بھی مُٹھّے ہُو
کی ہویا جے گوگو بولے لیسندا ساہ اپٹھّے ہُو
میں قربان تنہاں توں (حضرت باہُوؒ) جنہاں کھُوہ پریم دے جُتّے ہُو

شرح۔ حضُورؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ رات کو جاگتے ہیں لیکن وُہ چونکہ دِل کی بیداری اَور جاگنے سے بے خبر ہوتے ہیں۔ گو اُن کا جسم بیدار رہتا ہے لیکن اُن کا دِل اللہ تعالٰے سے غافل اَور سویا ہُوا ہوتا ہے لیکن اِس کے برخلاف بعض لوگ وُہ ہیں جن کے جسم گو بظاہر سوتے ہیں لیکن دِل ذِکر اللہ سے ذاکر اَور زندہ بیدار ہوتے ہیں۔ ظاہری زبانی اَور نفسانی لوگوں کی بیداری اَور ذِکر کی مثال گوگو پرندے کی طرح ہے جو ساری رات گوگو کرتے اُلٹے سیدھے سانس لیتا ہے اَور بے فائدہ چیختا چلا آتا ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں کے قربان جاؤں جنہوں نے اپنے اندر عشق اَور محبّت کے کنوئیں جوت لئے ہیں۔ یعنی گو اُن کا جسم گادی وان کی طرح سویا ہُوا ہوتا ہے لیکن ان کے دِل کا کنواں چل رہا ہوتا ہے۔ اَور اُن کے دل کی کھیتی سرسبز ہوتی ہے۔

ردیف الف

113

ایہہ تن رب سچّے دا حُجرہ وِچ پا فقیرا جھاتی ہُو
نہ کر منّت خواج خضرؑ دی تیرے اندر آبِ حیاتی ہُو
شوق دا دِیوا بال انھیرے متاں لبھّیں وست کھڑاتی ہُو
مرن تھیں اگے مر رہے (حضرت باہُوؒ) جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ اِنسان کا تن اور دِل اللہ تعالیٰ کا خاص خلوت خانہ ہے اِس میں جھانک کر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہیئے۔ اَے طالب خضر علیہ السلام کی آبِ حیات کے لیئے منّت نہ اٹھا تیرے اندر آبِ حیاتی ہے۔ اَے طالب اپنے دل کی دُنیا میں اِسم اللہ ذات کا چراغ روشن کر تاکہ تُو اپنا گم کردہ دوست اس میں پا لے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ جن عارفوں نے حق کی رمز پہچان لی ہے وُہ مرنے سے پہلے بطور مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا مر گئے ہیں۔

الف ی

۱۱۴

یار یگانہ مِلسی تینوں جے سر دی بازی لائیں ہُو
عشق اللہ وِچ ہو مستانہ ہُو ھُو سدا الائیں ہُو
نال تصوّر اِسم اَللہ دے دِل نوں قید لگائیں ہُو
ذاتی نال جاں ذاتی رلیا تد باھُوؒ نام سدائیں ہُو

شرح: حضورؒ فرماتے ہیں کہ محبوبِ حقیقی اَے طالب تجھے اُس وقت ملے گا۔ جب تُو اُس کی طلب میں اپنے جان و مال کی بازی لگائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ کے عشق میں مست ہو کر ہر وقت ھُو ھُو کرتا رہو۔ اپنے ہر دم کو تصوّرِ اِسم اللہ ذات کے ساتھ مقید کر۔ اَے حضرت باھُوؒ! جس وقت تیری ذات اُس محبوبِ حقیقی کی ذات سے مِل گئی اس کے بعد تجھے باھُوؒ نام رکھنا زیبا ہوگا۔

تمام شد مجموعہ ابیات سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

فرہنگ

یہ فرہنگ تقریباً تمام پنجابی الفاظ پر محیط ہے اور ہر لفظ کا صحیح تلفظ متن میں موجود ہے۔ ہر لفظ کو متعلقہ حرف کے نیچے اخیر تک دیکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ فرہنگ با ترتیب نہیں۔

ا

اُتھے : وہاں : اس جگہ
غلام فرید اتھے پیش نہ جاوے جتھے عشق نے پا لیا ڈیرا

اگوہاں : (اگاہاں) آگے : آگے کو
(اگوہاں کر : قریب کر) FORWARD

ادھی : نصف
اُوٹھاں والے سدا قضائی مجھیاں والے ادھے

اَتے : لیکن : تاہم : اور

آن : اگر

اساں : ہم نے : ساڈے لئی : ہمارے لئے : ہم
ہمارے + اسیں (اسی) : ہم

آکھ : بتا : کہہ (اکھیاں : کہہ کر : کہنے کے بعد)

اُچھلے : کناروں سے باہر آگئے : اچھل پڑے
(ٹھاٹھاں مارنا)

اُنہاندے : اُن کے : ایسوں کے (اُنہاں دے)

اوڑک : (اوڑک تینوں اٹھنا ہی پے نا : بالآخر)
اوڑکی : جو انتہا کر دے مثلاً شمر وڈا اوڑکی ہے۔ اوڑکی چور جو گھر کی کوچیز نہ چھوڑے (EXTREMIST)
ہرگز (اوڑ : اخیر : اوڑک : بمنزل)

اجے : ابھی

اِہ : یہ (اے)

اگیرے : آگے (FARWARD)

آیاں : آجائے : پہنچ جائے

اٹی : (اُٹنا : بھرنا)

آکھے : کہے

اوتر : اوتر جا کیتیوے : اُتارا : یعنی استعمال شدہ (SECOND-HAND) کپڑوں کی طرح دیدے

اُلاون : (الاونا: اونچی آواز سے بولنا: پکارنا)
الائیں: پکاریں
اکھیں : آنکھیں
اووڑی : FILTH-DEPOT
الاہما: (اُلاہما) شکوہ : طعنہ
اساڈی : ہماری (اساڈا: ہمارا) (ساڈا)
آپے : آپ ہی آپ
آکھن : (آکھے) کہے (جو آکھن
(WHICH IS SAID
اُتے : اوپر
ایہو : یہی (اسے ہو) (اسے ہا)
(اسے ہی)
ایتھے : اس جگہ: یہاں
اُرے اریرے : (پرے پریرے
کے خلاف) یہیں کے یہیں
اُتھائیں : وہیں
ایاڑی : OBSTINATE: ضدی: اڑیل
ایویں : یونہی
انگوری : کوپل: کونپل: شگوفہ: کلی
ننھے چھوٹے ہوئے تازہ ملائم برگ
اساہ : سانس (ساہ)
اپٹھے ، اُلٹے — اوئی : وہی
اوجھڑ : UNSEEN ویران : اجاڑ

اوجھل : (میں کوئی اوجھڑ تو نہیں
: ناواقف : احمق)
اڑسی : اُڑے گی
اس گل بھیں : ان باتوں (کانوں) سے
اِضائے : ضائع
اُڑیا : پھنس گیا (اڑیل گھوڑا: جو چلتے چلتے
ایک جگہ جم کر کھڑا ہو جائے)

ب

باہج (باہجھ) : سوائے (باہجوں) بجز خواہ بغیر
WITHOUT
بھائیں: جلن۔ سوزش: BURNING
بھُلّے پھرن: بھول جانا سے ، فریب خوردہ
گم راہ ہوتے ہوئے راستہ پوچھنا
(بھلا : بھول گیا)
بھانتے: واسطے نزدیک ۔ لیے۔
بنھ : ۔ باندھ ۔
بن دا : بنتا ہے ۔
بختی : ۔ صاحب نصیب ۔ بخت والا ۔
بر سر : ۔ جب سختی اتنی قریب آجائے کہ
گویا سر پر ہی پہنچ گئی : سر پر ۔
بنسن : ۔ باندھیں گے
بھنڈی : ۔ ذلت (بھنڈ دینا)

بھانڈے : ۔ برتن ۔
بھج : ۔ (بھجنا ۔ دوڑنا)
برہوں : ۔ فراق : عشق
بیلا : ۔ (BELA) جنگل
بمبل : پودوں کے بالائی سرے ۔ ٹوکیں
کہیں یا تولیے کے بڑھے ہوئے
سرے ۔
بھا : ۔ (سرائیکی میں بمعنی آگ) (اس گھر کو بھا
لگے) (تینوں سویرے بھا لگ گئی)
بن : ۔ بغیر
باہر : ۔ مراد ظاہر (باہر کراں : اگر ظاہر
کر دوں)
بیلے : ۔ جنگل ۔ بال ۔ جلا ۔
بلدے : ۔ جلتے
بوڑیوے : ۔ (بوڑ دینا ۔ ڈبو دینا) غرق کر دے
بھونا ۔ پھرنا (بھوں بھوں کے آگئے) بھول بھول
بلائی : ۔ بلایا
بڈے : ۔ ڈوب گئے
باہندے : ۔ بیٹھ گئے (باہندا ۔ بہندا ۔ بیٹھتا ہے)
بھاواں : ۔ پسند آویں ۔
باتاں ، باتیں (باتے : بات)

پ

پھلن تے آئی : پھول کی طرح کھل گئی۔

پچھیوسے : ۔ (پچھنا) پوچھو : تو پوچھے
پاکوں پاک : ۔ بہت ہی پاک : پاک
در پاک ۔
پریم : ۔ پریم ۔ محبت ۔ عشق
پھٹے : ۔ (پھٹنا) (دودھ پھٹے تے یار
بگڑے متھہ نہ اوندے لکھیں یعنی
لاکھ خرچ کرو، تب بھی وہ بات نہیں بنتی
پھڑھیا ۔ پکڑیا (دہری تہ مرد) شعری
ہے) (پھڑیاں ۔ پھڑیا)
پیا پئی : ۔ پڑی (پیا ۔ پڑا)
پکڑیوسے : ۔ (PAKREESE) ہم نے
پکڑا ۔ (پکڑیسی)
پچھاتی : ۔ (PACHHATEE) پہچان لی
(پچھاتے ، پچھانا)
پرے پریرے : پرے پرے ۔ دور دور نہ
میں جتنا آگے بڑھتا ہوں
نشاں مٹتے ہیں منزل کے (آغا)
پھلیاں : ۔ (HIDDEN . POWER) خوشے
تخم مع غلاف ۔
پڑھیوسے : ۔ ہم نے پڑھا ہے ۔
پھٹی : ۔ (نہ) پھٹا نہیں : کھلا نہیں
پوسی : ۔ پڑے گی ۔ پڑے گا ۔ رہوئیے :
پڑے ۔ PEOSE پڑی ۔ آئی)

پیو :- باپ (پیواں PEDAN - باپوں)
پاروں قائم FOR INBK
پیلا :- (PELA) للکار : چنگھاڑ
پنیدے :- (پونیدے PAVENDE)
ڈال رہے ہیں - ڈالتے ہیں -
پوس :- (پوس سوں) پڑے -
پیکے :- باپ کے گھر (پیو کے)
پیون : پیئں -
پیا :- دیکھو (چا) : (لاحقہ فعل اضافی یا امدادی برائے قوت لزوم اور شدت معانی)
(جاندا اے تے پیا جائے) ضرور : بے شک
پھٹیا :- زخمی
پٹے :- کھینچ لی جاتے - (پٹنا : اکھاڑنا) (پُٹے)
پتیدیاں : - PATENDIAN
پار (ACROSS) عبور : ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا پار کرنا ہے اور اور ملاوہ پار یعنی جڑ کو بھی پار کر جائے جڑ سے بھی آگے نکل جائے -
پور :- (بیڑی دا پور قسمت نال ہی بھر ملدا اے) اتنے مسافر کہ ان سے کشتی بھر جائے - کشتی پُر ہو جائے - (کڑاہی کا پُور : اتنی چیز جس سے ایک بار کڑاہی بھر جائے -)

پڑھیوسے :- (ضمیر فاعلی پوشیدہ ہے) تو پڑھے -
پھاتی : پھنس گئی
پہلے حرف سطر دے THE FIRST WORD
OF THE VERY FIRST LINE
یعنی : الف بے تک نہیں جانتے -
پاون : پائیں (پاواں : پاؤں)
پیریں : پاؤں میں
پہنچین : پہنچیں : پہنچتے ہیں -
پھاسے :- پھنسے : پھنس گئے -
پا :- پاکر : ڈال کر
پچھے :- بعد میں
پینڈا :- سفر : فاصلہ
پلے :- جھولی : دامن : پاس -
پتھیجنے : (پتھینا : لپسا ہونا - ٹھوکر کھانا) مُنہ موڑ گئے - پیچھے ہٹ گئے چھوڑ بیٹھے -
پیئے :- لاحقہ تاکیدی : خواہ

ت

تھیوسے :- (تھی نا : ہو جانا) THEEOSE : ضمیر پوشیدہ ہے : ہم ہو گئے (تھیون ہو جائیں) ہمارے لئے ہو جائے -

گڈی کا سنگل تھی گیا (ہو گیا) (تھیاں ہوئیں) حاصل ہوئے -
تا : (تاؤ) حرارت (فرا عشق دا تا چنگیرا غلام فرید)
تکھیرے (تکھی) FAST تیز : (تکھے) (تکھا : تیز)
تنہاندے : ان کے (تنہاں : اُن) (دا : کا)
تنہائیں - ان کو -
تائیں :- تک : پر : اوپر
تے :- اور (اتے)
تھاں : جگہ
تھیں :- سے (تھوں)
توڑی : تک
تارے : پار اُتارے
تلوہاں : (تلا : جوتی کا نچلا حصہ) تعلین جڑ سے جاتا رہا -
تو ہیں : تو ہی
تو ہاں :- تمہارے لئے - تساں : تم
تداں : (تدے) تب سے (تدوں) (تد) اس وقت
تلہ :- (تلہ باندھنا، سرکنڈوں کا گٹھا دریا پار کرنے کے لئے بنانا LIFE BOAT)
تریئے :- تیرنا چاہیے -
تنگ :- گھوڑے کے کسنے کی پیٹی یا کمر بند

تریجی :- تیسری
تارو :- جس پانی میں تیرنا پڑے -
تھواہاں :- تھی جاواں - ہو جاؤں -
تکے : (تکنا - توجہ یا غور سے دیکھنا)
توں :- پر
تھیندا :- ہوتا (تھیوے : ہووے) - بنتا (تھیندے : ہوتے)
تلیاں :- (تلی : پیر کا نچلا حصہ) مراد اتباع
تاں :- تب - تو
تانڑے :- تان لئے -
تینوں : تجھے : تم کو -
تھیکے :- THEKE : ٹھہرے : رکے میان میں ڈالے
تسے : پیاسے
توڑ : تک - TO : اخیر تک
توڑے : (توڑے پنج ہی دے دیندا) مانگنے والا اپنا آخری کم از کم مانگ کا ذکر کرتا ہے (توڑ تک : دُور تک) (توڑ پچائیں : اخیر تک) آخری سرا : منتہا : کتنا ہی چاہے یعنی چاہنے میں پورا زور لگا دے اخیر کردے بطور نتیجہ چاہے -
تھل : صحرا : ویران علاقے DESERT
ترد ے : تیرتے ہیں (تریئے : تریے)

ترتر: تربتر: مرغن۔
تنکے: بوٹیاں۔
تھی: بن کر۔ ہو کر (تھی نا۔ ہونا)
تاڑی: توڑی: تالی
تے: حنظل

ٹ

ٹکوری: سینک آرام COMFORT
ٹھکانڑے: ٹھکانے پر
ٹنگیوے: ٹانگے
ٹھوک: (ٹھوکنا: گاڑنا) گاڑ کر مضبوطی سے
ٹھاٹاں: (ٹھاٹھ) بہتات: کثرت سا افراط
ٹکایا: اٹھا کر رکھ دیا۔
ٹھڈے: ٹھوکریں۔

ج

جیس: جس جس نے (جینڈی۔ جیس دی)
جینڈا۔ جس دا۔ جس کا
جاں: جب تک: جب
جنہاں: جنہوں نے: جن: جو۔
جے: اگر
جیویں: جسطرح: جیوں
جتھے: جہاں پر (جتھاں) جس جگہ
جد: جب
جانن: جانیں
جداں: (جدے) جب سے (جدوں)
جول: جھول: بہت بڑی جھولی۔
جھیڑے: جھگڑے۔ (جھیڑا CLAIM
مقدمہ: دعویٰ: استغاثہ)
جیہڑے (جیہڑی) جس۔ جو (بدلے حشر نوں
لین ہدایت جیہڑے بندگی وچ چالاک
بندے) (کونجاں وانگ ممولیاں دیس چھڈے
جیہڑے وطن تے ذات دل خیال رکھے۔)
جالیتی: حاصل کرلی: کوشش کرکے پکڑلی۔
جھاتی: جھانک کر۔
جیا: جیسا (جیاں) جیسے (LIKE YOU)
جتے: جوتے: بیلوں کو ہل میں جوتنا۔
جلیاں: ذکر جہری اضربات (اُچے ٹبے تے
جلی پانی۔)
جیوندیاں: جیتے جی۔
جتیاں (جتی ستی: مجرد: بے عورتا)
جانڑے: جاتے (ڑ کا استعمال سرائیکی
کی وجہ سے ہے)
جھوں جوہر: جھوں کا جوہر ہے۔
جاجلیلوں: تجلیات دانوار کی جگہ ہے:
جلوہ گاہ ہے۔

جھونڈی: جھومے۔
جالیا: گذارا: گذار دیا
جند: جان
جلینڈا: JALENDA: جلاتا ہے
جھل: مقام: مقامات (جھلنا: برداشت
کرنا)
جھگنڈے: JHAGENDE دھاگنا:
پانی کو عبور کرنا: پانی میں سے راستہ
بنانا: جس راستے میں پانی سے گذرنا پڑے
جہینڈا: جنہاں دا: جس کا۔
جتول: جس کیطرف
جاندے: گذر رہے ہیں۔
جاسے: رہے
جیہا کیہا: ایسا ویسا: ایسے ویسے:
جیسا کیسا
جہانیں: (جہانوں): دو جہان
جائیں: منازل: مقامات
جوڑئیس: جوڑا: بنایا۔
جھنگ: درختوں کا ایسا جھنڈ
کہ سورج نظر نہ آئے۔
جاتا: سمجھا: جانا (جاناں)
جان: جائیں: GO: پہنچیں۔
REACH:

چ

چنبے: ایک پھول ہے چنبیلی کی قسم سے (چنبہ)
چیلاں: کھجوروں کے درخت: مقبول الٰہی
صاحب نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں چیلاں
لکھا ہے یعنی مینار کلس وغیرہ لیکن یہ معنی
اس مقام کے لیے مناسب نہیں۔ سرائیکی
زبان میں ایک خاص قسم کی کھجور کو
چیل کہا جاتا ہے یہ کھجور درخت ہی پر پکتی ہے
چنڈوری: یہ پرندہ طوطے کی طرح کترتا ہے
چائی: (چکّی) اٹھائے ہوئے۔
چوکھا: خالص: کھرا: پسندیدہ
چوری: (جگ نہ کیتی چوری خلق سے نہ
چھپایا: پیاسے نہ بچے۔)
چاہڑے: چڑھائے۔
چانن: روشنی
چت: دھیان، نظر، خیال: توجہ: دل
چلیا: چلا
چھڈ: چھوڑ
چنگیرے: چنگا: عمدہ: اچھے۔
عشق تے عاشق دونویں عین برابر
ذرا عشق دا تا چنگیرا (غلام فرید)
چوڑ ترٹی: (چوڑ کرنا۔ گندا کرنا: خراب کرنا)

(اٹی: ایک دھاگہ کی اور تریڑٹی تین
دھاگوں سے بنائی جاتی ہے۔ مراد مجموعی
طور پر COLLECTIVELY
ستیاناس ہو جانا۔ اگر اٹی کی جگہ تریٹی
چوڑ ہو جائے جو سب کو لے بیٹھے۔
ستیاناس ہے
عشق پٹ تریٹیاں چوڑ کردا۔ اجڑ گیاں
دا دھیڑا کیہڑا۔
اصل لفظ تریٹی ہے۔

چناں: چاند۔
چوپیندا: چوستا ہے چٹورا: چاٹی
چا۔ (پانی چا پیو۔ پانی پی جا)
(سالن پیا پچدا ہے؛ پچدا پیا ہے)
(اضافی یا امدادی) لاحقہ فعل ہے۔ فعل کے
معنی میں زور اور شدت پیدا کرتا ہے مثلاً
چا کرو: ضرور کر دیا کردو۔ فعل کو ایک
لازمی حیثیت دینے کے لئے ہے: روٹی
کھاؤ چا۔ کھاؤ چا روٹی: چا حیران
کرو: حیران کرو چا یعنی حیران کرنے اور
روٹی کھانے کے کام میں لگ جاؤ۔ کام کو
روک کے کیوں بیٹھے ہو کر کیوں نہیں دیتے)
: ضرور کر۔
چھل: لہر، پانی کا ہل، موجیں مارنا۔

چلیے: چالیسواں چلیے (جیسے رونا کے ساتھ دھونا)
چکدے: اٹھاتے
چک: ٹپ: بلا جھجک: بلا خطر۔
چالی: ROUTINE: طریقہ: ڈھنگ۔
چکیاں: چکنا۔ کھچنا۔
چوگ: چوگا

ح

حجابوں پردہ: حجابات کا پردہ۔
حاصل: لگان: معاملہ: مالیانہ
حضوروں: حضور کے پاس سے
FROM GOD SIDE

خ

خاصہ: کافی۔
خودنفسی: دنیاداری (ذات صفات تے لبھیں
کیا۔ دنیادار ہے وہ درویش کیا (وارث شاہ)
خصیاں: خصی ہوئے ہوئے۔
خامی: خام رہ جانے والے۔
خلیلوں: اللہ تعالیٰ کے سچے دوستوں کے لئے
خواج: خواجہ
خوبیاں: خوبیوں والی۔

د

دتی۔ دی: دیا
دہاں: دن
دیوے: دے۔ (دیوے تا تکھیرے ہر دم کہ
اگوہاں سوہاں ہو رجیہ جیسے عشق الٰہی کی
حرارت بڑھتی ہے اسرار و رموز بڑھتے چلے
جاتے ہیں)
دوہیں: ہر دو (دوہاں)
دیبیے: (DEVEE-E: دے دی اے) دی
دی اے (DEEVEE-E) چاہیے کہ دیں
LET US GIVE
دھروئی: (DHARD-EE) دہائی: الامان
: الحذر: اس سے خدا بچائے: دلوں
دھروئی: پناہ مانگوں۔
دل خستہ: کامل فقیر مراد ہے۔
دھرایا: رکھوایا
دھرنا: پیچھے پڑنا۔ مانا سمجھنا۔ بیٹھ جانا۔
دوھریئے: رکھیئے: دھرنے: رکھدے
رکھتے ہیں) رکھنا۔ (اور دے کوں کی
دھراہے: رکھیا ہے)
دتیاں: دینے سے: دیں:
دیکھن: دیکھتے ہیں۔
دوڑی: (DOREE): دوگنی: ڈبل

لا پا گئی۔
دل: لشکر اگر دل ہے تو اس کا مطلب
دوڑ کر جانا بھی ہے۔
TO JUMP INTO THE FIELD)
دتونے: دے دیتے ہیں: دے دیا۔
دا۔ کا (دی: کی) (دے: کے)
دین لگیاں: دینے لگے جب۔
دیاں: کی
دتس: دی۔
دوجا: دوسرا۔
دھوتیاں: دھونے سے۔
دکھاں: دکھوں نے۔
دور: ٹھرٹھا: بھانڈا۔ دورا چکر۔ رفتار
رواج: گردش ساغر: کنارہ۔ گھیرا۔ گرداگرد
دھرو: (دھرنا: کھینچنا)
دیندے: دیتے
دسے: دکھائی دے (دسیوے: دکھائی دے)
دیا: کے
دھرکے: لگا کر توجہ سے۔
دوالی: (دو دل: دہل): ڈبل ڈوری
مضبوط پھندا۔
دوراڈا: بیت ۸۵ میں دور۔ اڈا۔ الگ
الگ ہی مستعمل ہے۔ یعنی دور کو وطن کے

اور اڈا کو ایوبیں کے ساتھ لگا کر
پڑھا جاتے۔ اور دوسرا اڈا بھی درست
یعنی دور دراز

ڈینھاں : ۔ DEENHAN دن میں
دنوں میں۔

ڈ

ڈھل : تامل، تاخیر، دیر
ڈلیاں : ٹکڑے۔
ڈڈوال : (ڈڈو، مینڈک۔
ڈانڈا۔(سرائیکی) : داندا (دھنگی) بیل۔
ڈونگھے : گہرے، عمیق۔
ڈھونڈن والے : تلاش کرنے والے۔
ڈِسے : (ڈ سرائیکی) : دسے : دکھائی دے۔
ڈہاں : دہاں۔ دن
ڈیوے : ۔ دیوے چراغ
ڈھوئی : کمر کا پچھلا حصہ (کھلا آزار
باندھنے کی جگہ : سرین ۔ پٹھا
ڈھوی : (ڈھونا۔ دل لگانا ڈھیر لگا دینا
رکھ دیا : قربان کر دیا) (لگے جہاں
ڈھوی نہیں ملنی : جگہ نہیں ملتی)
ڈھنڈیاسے : تلاش کرتے رہے۔
ڈوراں : ڈوریں

ڈٹھے : دیکھے

ذ

ذاتوں ذات (جسطرح راتوں رات : رات
کی رات) ایک ہی ذات کے ساتھ

ر

رگیں : رگ میں
رجہاں : (رجھنا) سیر ہونا : پیٹ بھر کر
(دب کے وا متے رج کے کھا)
رلساں : مل گیا ہوں۔ ہم شامل ہو گئے ہیں۔
رانجھے : ہیر کا عاشق۔ رانجھا بھی ایک قبائلی شاخ
کا نام ہے۔ اصل نام دیدو ہے
رج : پیٹ بھر کر (COMPLETELY
ریجھاون : خوش کریں۔ آمادہ بہ عنایت کریں۔
رکھن : رکھنے سے۔
رلے : شامل ہو جائے۔ ملے۔
رہن : رہیں، رہنے۔ رت : خون
رونڈی : روتے روتے۔
رہندے : رہتے (رہنا رہتا)
رکھیا : رکھا۔
رلدا : (رلنا : ملنا) ملتا۔
رڑکے : (رڑکنا۔ ملنا : بار بار حرکت دینا)
(رڑکیندے : رڑکتے ہیں)

رہسی : ۔ رہے گا۔
رہیوے : رہے (ہمیشہ)
رسینے : زمین کا وہ نشیبی حصہ جس میں
پانی بھرا ہوا ہو۔
رچیا : ۔ رچ گیا۔
ربیدے : ۔ (RABEDE) رب کے۔

س

سوہاں : ۔ (سوہ) ، راز : سراغ : رموز و اسرار
بھیتی۔ واقف۔ رازداں۔ (سوہ نہیں
لگدی : سراغ نہیں ملتا۔)
ساڈا : ہمارا (ساڈے : ہمارے، میرے)
سار : خبر
سانجھے : سانجھا شراکت
سے : سَو (مراد بہت)
سٹ : سٹنا : پھینکنا (سٹی : پھینک دیا
گیا) (گناہ دی پنڈ سٹ آیا۔ سٹ چوٹ
سوائی : سوا بار پڑھنا ہو تو ۱۲۵ دفعہ پڑھنا۔
سداون : کہلائیں (شیخ نہیں اورجی سدا ایک
چلیں یہ الٹی چال)
سکھالے : (سوکھے) بہ آرام، مطمئن :
لاخوف ولا حزن
سنیوے : ۔ سنائی دے رہا ہے۔ سنتا ہی رہے۔

(اندر بلند حال اشتراکی)
سوئی : وہی : THAT IS
ساکوں : ہمیں۔
سہیے : برداشت کرنا چاہیے۔
سسیاں : بھیڑ کی ایک قسم سسی ہے اس کے
سر پر پیدائشی بال کم ہوتے ہیں۔
سندورے : (سندرسا گیا۔ مستی میں اندھا
ہو گیا)
سکیاں : سگی
سمجھیندا : سمجھاتی۔
سوہندی : سوہنی لگدی : زیب دیتی۔ سجتی۔
(حمد و ثنا سب سوہندی ہر دم قادر
ذوالجلال کوں)
سلاں : (سل : دکھ) وہ دکھ جو نیزہ مارنے
سے ہو : چرکے لگانے کی تکلیف)
سیکے : سیکے SEKE (TO SHARE
سریر : لازماً
ساہورے : (SAHWARE) : خسر بھسر
(سسرا) سوہرے
سڈیوسے : (سدیوسے) (ڈ : سرائیکی) کہلائے
: کہلاتا ہی ہے (استمرار)
سمدا : سماتا۔
سدھا : سیدھا۔

سِک : اشتیاق : خواہش : الفت:
سُنیدا : سُنتا.
سڑیا : جل گیا ۔(سڑیندا : جلاتا ہے BURNS)
سرکودے : سرکروا : سردار) سرکردہ :
(ے علامت تنکیر ہے اگر صفت کو
تنکیر کر دیا جائے ۔ تو وہ صفت اسی
موصوف کے لیے مخصوص ہو جاتی ہے ۔
معرفہ میں یہ بات نہیں ہے ۔ ایہام پیدا کر کے
صفت سے تخصیص کرنا معنوی لحاظ سے
زیادہ خاص ہے مثلاً لا کو پہلے لا کر اثبات
میں زیادہ زور اور قوت پیدا ہو گئی یعنی ۔
پہلے انکار ماسوا پھر اقرار ۔ مطلب یہ
ہوا کہ اور کوئی سرکردہ نہیں رہا ۔ یہ تنکیر
فارسی الفاظ صفات میں مروج ہے مثلاً
سرکردہ سے سرکردے اور سرائیکی زبان
(ے) ضمیر فاعلی مستتر کا کام دے گی
خاص جبکہ فعل مضارع ہو ۔ مثلاً کرے یعنی
وہ کرے ۔
سِمریوے : (وضو سانکے اللہ نوں یاد کر)
(ساختن) : کر کے (سمریوئی : کرے)
سَنج صباحیں : صبح سویرے : (سنج : سانج)
سانجھرے (EARLY MORNING علی الصباح)
: نور کے تڑکے ۔

سبھے : سب
سہائی : (سجاوٹ DECORATED سجائی)
سارا : وارا کھا گیا : موافق آگیا ۔
سکھیوئی : سیکھ لیا (SIKHYOEE)
سوہاون : زیب دیں : اچھے لگیں ۔ سوہنا)
سہیڑیے : سہیڑنا ۔ رشتہ ناطہ جوڑنا)
سُتے : سوئے ہوئے : خوابیدہ ۔
(ستیاں : سوئے ہوئے)

سُکیاں : خشک ۔
سانگاں : نیزے
سکا ہاں : سوکھ گیا ہوں ۔

ش

شیہاں :۔ (شین مخفف ہے شیر کا)
(جھٹ شیہاں یعنی فوراً بلا تامل شیر کی
طرح جھپٹا مارے)
شالا :۔ خدا کرے (پردیسی شالا کوئی نہ
تھیوے گھر جنہاں تو بھارے ۔ گلیاں دے
وِچ پھرن نمانے کوئی نہ دوسے سہارے
(بلھے شاہ)
شہنیدا :۔ شیر کا
شور :۔ شورکوٹ

ع

عینوں عین :۔ سو فیصدی FITTEST
عاماں :۔ معمولی چیزیں
علموں باہجوں :۔ بلا عرفان
عقل فکر دی پہنچ نہ ادھتے فونی فہم
ادھتے خودی گمان منظور ناہیں ۔ جنم گا دیتے تامل بھید
پچھے پایئے (روشن شاہ)

ف

فرمیندا :۔ فرماتا
فرشوں :۔ فرش سے
فجری :۔ فجر کے وقت

ق

قلیلوں :۔ (قلیلوں کول کثرت : وحدت
فی الکثرت)
قلب کمال جمالوں :۔ قلب جمالات کے
کمالات کا منبع ہے
قیماقیم :۔ قیمہ قیمہ
قربانی :۔ نزدیکی مقام قرب (وصال)

ک

کائی :۔ کوئی
کوکیندی :۔ کوک مارنا ، چیخ مارنا ، دوہائی
دینا (دل ہر روز بلند آواز سے اعلان کر رہا ہے
کیتو سے :۔ ضمیر پوشیدہ ہے) ہم نے کیا ،
کر لیا ۔
کیتوئے :۔ (KEETOOE) : کیا : کر دیا
کرے ہاکر لیا ۔ بنا لیا ۔ (کتیا ای) ٹھیک کر لیا ۔
(کتیا : کیا)
کیتیا :۔ کیا (کیتی : کی)
کوہاوے :۔ کوہانا : ذبح کرنا (کہنی گایاں
کوہ دتیاں (کوہنا ، کوہ دینا ۔ ذبح کرنا ۔ کوہے
ذبح کرے)
کچھیوے :۔ کچھنا : ناپنا (فضول خیالات
میں (آوارہ خرامی ، کد و کش کرنا : ریزہ ریزہ
کرنا) استمرار کرنے میں لگا رہے ۔
کجاں :۔ بند کروں
کتے ول :۔ (کتول) کس طرف : کس کی
طرف ۔
کھڑیاں :۔ کھڑنا : کھلنا
کے :۔ کیا (کی : کیا)
کرساں :۔ ہم کرتے ہیں

کدی : کبھی (کداں : کدوں) کب : WHEN

کانجھے : پختہ : پکے ہوئے یا پیتل تانبے کے ۔

کیہڑے : منظفرگڑھ جو کبھی ریاست جھنگ میں شامل تھا۔ اس میں کیہڑا نام کا ایک قبیلہ آباد تھا ہو سکتا ہے کہ اس جگہ کو بھی کیہڑے کہتے ہوں جیسے سیالکوٹ۔ اسی قبیلہ میں رانجھے کا وہ رقیب تھا جو رانجھے کا بھیس بدل کر ہیر کے پاس آتا اور ہر دفعہ پہچان لیا جاتا۔ اس کیہڑا شاخ میں ہیر منسوب تھی ۔

کرن : کریں (کریں : کرتے ہیں۔ کی کرنیا : کیا کرتے ہو

کہادی : کہاں

کسے : کسی کو

کدھی : (کندھ : دیوار) دیوار : ساحل۔ کنارہ

کجھرک : کہاں کہاں : کجا کجا

کھلہ : جوتا

کھیڈ : کھیل (کھیڈسے : کھیلے)

کسبی : کوشش سے حاصل کیے ہوئے کمال والا

کتڑا : چھوٹا کتا : حقیر چیز

کجھ : کچھ

کڈھے : نکالے (کڈھن : نکالیں)

کرینیدے : کرتے ہیں (کرنیدا : کرتا)

ککھ : تنکا ۔

کارن : خاطر، سبب۔ واسطے

کڈھیندے : نکالتے ہیں

کراں : کروں   کافی : [illegible]

کوندی : [illegible] کے

کریں : کرتو (KAREEN) اس فعل میں ضمیر پوشیدہ ہے معنی ہوں گے تم کرو ۔ اسی طرح دیکھیں (VEKHEEN) تم دیکھو

کمالیا : کمال والا ہے جس میں کمال ہے

کمانا : دھلیا SUFFICIENT (کمانا حاصل : کمادیں

کمائیں) (کمائدے : کماتے)

کڑیے : اے لڑکی

کوڑی : جھوٹی (کوڑ مارنا : جھوٹ بولنا) کوڑا : جھوٹا

کنوں : سے (FROM)

کتھے : کہاں

کیتوسے : کرایہ پر حاصل کرے

کپچیوسے : (کی چی دسے) کرے : کرنے

کیجے : بنا دے

کلمہ : کَلِمَہ اور کَلْمَہ دونوں جائز ہیں فعل کے وزن پر اگر کوئی اسم ہے تو اسے فعل پڑھا جا سکتا ہے

کولوں : (کول : قریب (KAARIB) سے [illegible]

کولوں دریا نہ رجدے شوم نہ رجدے مالوں [illegible]

نہ رجدے ہیں نہ رجدے بھلوں،
قریب ہونے سے پاس سے : نے

کارن : واسطے ۔ کام کے لیے

کوہاں : کوسوں

کن : کان (کنّے : کان میں (کنیں : دونوں [illegible]

کپراں : (KAPPARAN) گرداب : پانی کا چکر۔ پانی کا طوفان

کھبے پاسوں : بائیں طرف

کرسی : کرے دیں کے (اللہ کرسی : اللہ کرے)

کڈھ : نکال (کڈھے : نکالے)

کراہاں : کر کرکے

کھلتے : کھلے : کشادہ ہو

کرجانیں : سمجھ کر : جان کر یہ

کہن : کہیں

کرلاندے : (فراق میں بلند آواز سے رونا کرلانا ہے)

کھیوے : مست۔ مست ہونا (کھیوے نیں مست آنکھیں)

کم : کام

کتھو : (کتھوں) کہاں سے

کل : چار جگہ یہ لفظ آیا ہے ۳۹۔۹۲۰۔۹۴۔ دو دفعہ کل ۱۲۹ اور ۹۴ کی دوسری جگہ یہ کل ہے اور باقی جگہوں میں کُل ـــ کَل بمعنی بدی۔ برائی (کل جگ)

کُل ـــ بمعنی ٹھنڈا : آرام : اطمینان : سکون قرار ـــ بمعنی ہنگامہ (کل کرانا : ہنگامہ کھڑا کر دینا)

دکلمہ کہاں تاں کل پوسے بن کلموں بھی نا ہیں زمانک)

بمعنی کسی راز کی خبر کے بھی ہیں یعنی کوئی ایسی بات جو اب تک صیغہ راز میں تھی لوگ اس کی حقیقت سے ناآشنا چلے آ رہے تھے اور کچھ کا کچھ سمجھ رہے تھے لیکن ایک موقع پر اگر اس راز سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور صحیح خبر کا پتہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح شارح نے جو اس کا مفہوم حقیقت بیان کیا ہے وہ بھی درست ہے سکون اور ٹھنڈ بھی ٹھیک ہے کل کے معنی تکرار : بکواس (کل کل کرنا) اور فیصلہ کے ہیں اور اس جگہ فیصلہ صحیح ہے یعنی کلمہ کو نہ کافر سمجھتا ہے اور نہ مسلمان اور اس کا فیصلہ اس وقت تک نہیں ممکن جب تک کہ کلمہ دل سے ادا نہ کیا جائے کُل : اصل : بنیاد : جڑ : خاندان (میرے پیر نوں جے کر خبر ہووے ساری کل کھوا آڈی سار دیوے (وارث شاہ)

کردے : کرتے ہیں ۔

کانواں : کوے

کھولی : جب کلمہ نے جا کر دل کو کھول دیا (۹۲۱)

کولے : (کول) نزدیک قریب : پاس

کندھی : زمین

کوجھی : (KOJHEE) بدصورت UGLY

کوسنگی : جو سانس نہ دے سکے

کوڑے : تلخ : KORE

کھوہ : کنویں : چاہ

کھٹے : بچ گئے (دو سیر کھنڈ لائی سی تولی تو ایک سیر گھٹ گئی) کم گئے : فارغ ہو گئے : غائب ہو گئے : جاتے رہے ۔

کٹھے : مارے ہوئے : ذبح شدہ : کشتگاں

کاہاں :۔ بھینسوں کو کھلاتے ہیں جھپر باندھتے ہیں
آبی بوٹا لعاس سے اونچا ہوتا ہے

کرینگی :۔ دیہن کرینگی: بہنیں گی بہن لیں گی: بہن لو
کرینگی بہن کے ساتھ امدادی فعل ہے اور اب اس کا
استعمال متروک ہے۔

کھڑاتی :۔ گم شدہ (مجھ کھڑی گئی: کھُن گئی: چوری
ہوگئی: غائب ہوگئی۔)

گ

گل : گلا : بات (گلاں : باتیں)

گھت : کسی چیز میں ڈالنا: پھینکنا THROW

TO PUT اور گھت : اور ڈال

گجے :۔ چھپے۔ پوشیدہ

گو دتو آوے :۔ گلا گھُٹنے تو یعنی جان نکلنے تک

گانے :۔ (گانا: سہرے کے ساتھ ہاتھ کا کنگن۔

گیاں :۔ گئیں

گوایا :۔ ضائع کیا

گلوٹی :۔ جو کسی کا گلا کرتا رہے: BACK

BITER : باتونی (اسی طرح جنونی ہے جو کسی کی جت
بال اتار دے یا اونٹوں کے بال تراشتا ہو۔

گذارن :۔ گذاریں

گلر :۔ کتے کی ایک قسم ہے

گالے :۔ گلائے

گھتناہیں :۔ گھتنا، پھینا: ڈالنا

گھگو :۔ ایک پرندے کا نام ہے۔ اُلو کی چھوٹی قسم

ل

لدھوسے : (ضمیر پوشیدہ ہے) ہم نے لبھ
لیا: تلاش کرلیا (لدھنا: لبھنا: TO FIND OUT

لیسن :۔ لیں گے

لیساں :۔ لوں حاصل کروں۔ لوں لوں۔ بال بال

لوڑھائیے :۔ پھینک دیجیے

لگدا :۔ لگتا (لگے۔ لگے)

لہایا :۔ اتارا؛ دور کیا (لاہ: اتار)

لٹیوسے :۔ لوٹ لی جائے۔ لٹ رہی ہو

لین :۔ لیں

لدھی :۔ لبھی۔ ملی۔ حاصل ہوئی

لوک :۔ گنوار، دہقانی: کم عقل؛ لوگ

لوکاں :۔ لوگوں تعلق۔ (ظالم لوکی مسی نی
تیرے شہر دے۔

لین :۔ لین گیاں۔ لیتے وقت)

لبھیوسے :۔ حاصل ہو۔ ملے

لطفوں :۔ از راہِ کرم

لدھس :۔ تلاش کر؛ لبھ (لدھا۔ لبھا)

لگاون :۔ لگائیں

لوڑیندا :۔ لوڑ۔ ضرورت۔ چاہیے

لے ویسن :۔ لیں گے

لائیس :۔ (لایا سو) لگالیا ہے

لسکارے :۔ چمک مراد آواز چمکے

لڑدیاں :۔ لڑتے لڑتے

لوڑن :۔ لوڑ۔ ضرورت۔ طلب (طلب کرتے جائیں

لئو :۔ لو

لتھا :۔ اتر گیا۔ (تھانہ لتھا: تھانہ کا عملہ آگیا (چھینتی
بیٹیاں لتھ: جلدی نیچے اتر)

لستا :۔ کمزور

لکھن :۔ لکھنا (لکھ: لکھا)

لبھینے :۔ (لبھینے) لاکھوں میں ایک خوبرو شخص، نمایاں۔
(رنڈیں ماں دا پُت کھیتا ہو کہ وے نہ چھپنا۔) لاڈلا

لبھیں :۔ لبھ لیں: پالیں

لائیں :۔ لگائیں

م

ملیوس : (مل یوس MIL OUS) (ملیوسے)
(ملیسی: مل جاتے گا۔ ملے (ضمیر پوشیدہ
ہے: اس کو ملا۔

مشک : اہل زبان بدبو کے لئے بولتے ہیں لیکن
اس جگہ خوشبو مراد ہے۔

مچایا : پھیلادی۔ پایا

موُل : ہرگز۔ کبھی نہ۔ ویرا: ویسی تیری جان
۔۔ تو کھبو ے موُل نہ جاسے بدن

[illegible]

موہاں : شکل۔ رُخ منہ (موہوں: منہ سے)

مرنیدی : مانی ہے (مرن: موت)

مجرے : مستیاں۔ مجرا۔ بندگی آداب۔ تسلیمات
ملازمت۔ باریابی۔ سلام

مڈھ : جڑ (مڈھیں: جڑیں

منگساں : ہم مانگتے ہیں (منگے: مانگے)

میراںؒ : حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

مکالا : اپنا منہ کالا مڑھیا : چڑھادیا

مسیتی : مسجد میں

ملدا : ملتا۔ (ملیا: ملا) ملدے: ملتے ہیں (ملیندے
ملتے ہوتے: ملے ہوئے)

مہر : مہرے، گاؤں کے مکھیا یا نمبردار

مہاراج : آگے چلنے والا حکومت میں،

مہری: آگے آگے چلنے والا : سیال:
(مہر اور مہتر : ارائیں،

مار نقارہ : طبل جنگ بجاکر

موہاں : مرے (موہاندی: مردوں کی)

مرسے : مرتے (مردا: مرتا)

مارے دم : (دم مارنا، شیخی مارنا: دعویٰ کرنا)

منکا : دانہ (مالا پھیرت جگ گیو گیا نہ من
کا پھیر۔ کر (ہاتھ) کا منکا ڈار کر
من کا منکا پھیرا) دیکھ نہ جلیں

داڑھیاں۔ اِہ۔ اندروں نہیں
صفا۔ انہاں دنیا ٹھگن واسطے

ستھے نے گھسا۔ ایتھے عمل نہیں
وِچ عالماں۔ گل تسبیح مکر بیا)

میںہاں : بارش

منگیا : طلب کیا ، مانگا

ماہی : محبوب

مردانے : (خسرے کو کوئی مرد نہیں کہتا)

مریلا : (MARELA) (مارنے والا : مارو : مارتا ہے ، سوٹے ڈنڈے مارنے والا آدمی جس کے سامنے کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکے۔ رام سنگھ کو رام سنگھ مریلا اس لئے کہتے تھے کہ جو اس کے کھیت میں سے گذرتا اُسے مارتا)

مندے : گالیاں (مندے یعنی گالیاں ملتان والے بولتے ہیں) سے (مندے کتی نانکا جند کد مندا ہو)

مون منایاں : مونڈ منڈانا ، حجامت کرانے سے

رل : کانچ

رل باندا : قبضہ کرلیتا ہے (رل بہیندا)

مل : (مل بیٹھنا) (قبضہ کرلینا از ملکیت) (مل : قابو کرنا)

میلا : وصال

مدھانی : (مندھانی) جس سے رڑکتے ہیں

مہانڑے : (مہانے ملاح مہانے اسی طرح ہے جس طرح ملا ملانے) (جھنگ کی ملاحی پیشہ قوم مہانے کہلاتی ہے) اس سے اسم تصغیر مہانڑے)

منٹھے : ضائع : برباد : ٹھگے جانا : (TOBE CHEATED)

میندا : (ہم چو ما دیگراں نیست) : میں دا : میں کا : (میڈا : میرا۔ سائیں میڈا)

مطالعہ : (آواز ہوگی مُطالا)

مسلے : مسائل : مسئلے

مُعلم : (معلوم کی بگڑی ہوئی شکل ہے)

مارو : مارنے ہلاک کرنے والے۔

مُکے : ختم ہو۔

متاں : شاید کہ : تاکہ

مُڑن : مڑنا : لوٹنا

منیندے : مانتے ہیں : مناتے ہیں : عقیدت رکھتے ہیں۔

مہاڑی : چوکھٹ ، ڈیوڑھی۔

مانگھ : ماگھ (دسواں مہینہ بکرمی)

میچائی تاڑی : مذاق اڑایا ، تالی بجائی۔

مڑھیا : قابو کیا ہوا (ڈھول مڑھنا)

مینوں : مجھے : مجھ کو۔

مارن : ماریں۔ میٹھے : مٹاتے

مناواں : مناؤں

مرجاواں : مرجاؤں : مرجاؤں گی

محلے : محل (قصر) میں

منجاہاں : بھجاداں : بھیجوں

ن

نت : ہر روز

نرگس ناز : نرگس کی آنکھ کے لئے بطور صفت

نرم دا : ناز اور ناز کی صفت کے لئے نرم ہے کہ آنکھ میں صرف نخرہ ہی نہیں بلکہ لطافت بھی ہے : نرم و نازک : یعنی جدھر دیکھو نزاکت اور لطافت یعنی حسن و جمال کے سوا کچھ نہیں۔

نیتی : ارادہ کیا : نیت کی

نُوں : کو

ناہیں : نہیں (ناہن)

نمانے : جس کو کسی کا مان نہ حاصل ہو : بے چارے : بے کس ، یتیم ، POORS

نین نیازی : نگاہ کرم (نین : آنکھ)

نال : ساتھ نیندر : نیند

نیتاں : نیت : ارادہ (اُچے کلے اوہی پڑھدے نیت جنہاں دی کھوٹی)

نیترا : مدھانی والی رسی

نیوے : جھکے : راغب ہو

نیہہ : NEH (نیہو لا دنا تے بڈھاں نوں ساڑنا) : عشق :

نوکے : (نوک سے) نوچے

نیت نہ سکے : ارادہ بھی نہ کرسکے

نبڑے : پانی بہائے

نی : ری (رہ نی : رہ دی) : اری

ندی : (زندّی ، ندی)

نپ : پکڑ کر (مضبوطی سے)

نا : نہ

و

وِچ : میں ، اندر : درمیان (وچوں : میں سے)

ویکھ : دیکھتے ہوئے (دیکھنا : دیکھنا) (تو دیکھ : دیکھیں : دیکھنا تم) (دکھالے : دکھائے) دیکھو دیکھو : دیکھ دیکھ کر۔

وحیلے : فضول : عبث : بیکار

وانجھے : (ونجھا) : ضائع کرنا ، خالی کرنا ، ضائع شدہ (SPOILED) : بگڑے ہوئے۔

وہن : ندی : دریا : بہنا سے : ایسی ندی جو آدمی کو بہا کرلے جائے ، مفقود کردے : کالعدم کردے DISAPPEAR

ورھیا : ایک برس یا سال کی (ورھیاں جمع)

وڈیائی : بڑائی (وڈا : بڑا)

وتن : ہر وقت : مستقل طور پر روت کی ہو یا یعنی آگے کیا ہوا یا پیچھے کیا ہو ان کا کام ہی بہ رد گیا ہے۔

اس کے معنی میں استمرار اور استقلال ہے۔

ویچ : بیچ کر۔

ویکھے : (دیکھنا) دیکھے

ول : طرف

ودھی : بڑھی : زیادہ ہوئی۔

وڑیس : (وڑ : بڑ : داخل ہو)(وڑیا : داخل ہوا) (وڑھیا) (وڑدیا : بڑتا)

وسوں : (وسنا : آباد ہونا) (وسدے : آباد ہوتے) (وسدا : رہتا)

ویاں : (وی : بیس : ۲۰)

وی : بھی

ویلے : وقت

وسناں : برسنا مینہ کا (وسے : برسے)

وسائے : برسائے

واگاں : (واگ : باگ : عنان : لگام)

وقتی : مراد نماز (اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا النساء ۱۵ ع)

وکاوے : بک رہا ہے۔

وچھوڑا : (بچھڑنا) جدائی : فراق

ویس : لباس : بھیس

وانگ : مانند : مثل

ونجارے : بنجارے : سوداگر

وانگوں : کی طرح (وانگ : مثل)

ونجاوں : (گنواؤں) ضائع کردیں

ونج : (جاکر : چل کر : جاکے (ونج پچھنے پوچھنے : جا پہنچے) : جا (ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ ونج پچھنے سب رضوان کول)

واسا : (واس : رہنا : سکونت) رہائش

ویندیاں : (راہ ویندیاں : راہ جاندیاں) جانے والوں کو : چلنے والوں کو

وہانی : (وہنی : نالی) گنداری

وِسے : (وس جانا : اعتبار کرنا : بھروسہ کرنا) اعتبار کرے۔

واری : دفعہ

وتاں : (کوئی بات کرتے ہوئے چپ ہو جائے تو سامع کہتا ہے وت کی ہویا، یعنی پھر کیا ہوا) کہیں پھر :

ولائے : (ولا : انس : ولانا : بہلانا) پسند کرے۔

وانسے : پشت پھیرنے والے (تَوَلّٰی : العلق) رخ بدل لینے والے۔

ویکھالی : جھلک : دیدار

واڑی : کیاری : کھیتی چھوٹی خربوزوں کی بڑی ہو تو واڑا۔

وارا : بدلہ

والے : بالے (کنواری کان میں تنکا ڈالتی ہے اور شادی شدہ ندا نہیں پہن سکتی بلکہ بالا استعمال کرے گی)

وامندی : (وہندی) بہتی ہوئی : رواں

ویہڑے : صحن ۔ وس : بس

ویہ ویہ : (WEH) : بہ کر

ہ

ہور : اور

ہویا : (ہویوسے : ہم ہوئے) : ہوا

ہوندے : ہوتے (ہوندا : ہوتا)

ہک : ایک (ہک دل صحیح نہ کیتی ؛

ہکو : کسی ایک نے بھی نہ پہچانا ؛ ایک

ہرکا : دل بھی ایسا نہ نکلا) (ہکے : یکی) (اک : اکو)

ہنجوں : آنسو

ہاسہ : ٹھٹھا : دل لگی : ہنسی

ہو : ہوکر : بن کر

ہون : ہوں : ہوون

ہوویں : ہوگیا ہے (ہوویں : جائیں)

ہووے : ہوئے

ہوسی : ہوگا : ہوجائے گی ؛ ہوگی

بلیندے : بلاتے ہیں (بلے : بلے)

ہن : ہین (HAN)

ہوندی : ہووے

ہوو : عف عف

ہوائی : آتش بازی جو ہوا کو چیرتی ہوئی نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے : راکٹ :

ہلے : ہلے (ہلیا : ہلا)

ہوجاندے : ہوجاتے ہیں۔

ہاسے : (ہیں سن) تھے

ہکے ہالا : ایک ہی جیسا

ہارے : والے (واڑن ہارے) (مرن ہاری)

ہوندی : ہوتے ہوئے

ہینے : کمزور

ہویاں : ہوئیں